معارف قرآن مجید

از فیوضات حضرت خلیفۃ المسیح نور الدین اید اللہ بنصرہ

انہ لعلم للساعۃ

سورہ زخرف کو اگر غور سے مطالعہ کیا جاوے تو صاف کھل جاتا ہے کہ انہ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے چنانچہ شروع سورہ میں ہے ان جعلنا قرآنا عربیا لعلکم تعقلون وانہ فی ام الکتاب لدینا لعلی حکیم یہ انہ قرآن مجید ہے پھر اس سے آگے اسی سورۃ میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے وانہ لذکر لک ولقومک وسوف تسئلون یہاں بھی انہ قرآن مجید ہے۔ آگے چل کر تیسرے مقام پر فرمایا وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بہا واتبعون ھذا صراط مستقیم۔ یہاں کیوں قرآن مجید مراد نہ ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں انسان کے تنزل و ترقی کی گھڑیوں کا علم ہے اور اس میں بتا یا گیا ہے کہ قومیں کیوں کر بنتی اور بگڑتی ہیں۔ پس تو اے قرآن پڑھنے والے ان میں شک نہ کرو۔ کیونکہ یہ بہت ہی قطعی اور صحیح اور سچی باتیں ہیں۔

اگر یہ ضمیر عیسیٰؑ کی طرف پھیری جائے تو یہ خرابی پڑتی ہے کہ علم صفت ہے اور مبتدا کی خبر صفت نہیں ہو سکتی۔ پھر اس کا بھی وعندہ علم الساعۃ والیہ ترجعون سے فیصلہ ہو گیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام علم الساعۃ اور وہ علم الساعۃ خدا کے پاس ہے۔ اور تم بھی اے مخاطبو! اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ ترجعون اور انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سے ظاہر ہے کہ اللہ کے پاس زندہ بجسدہ العنصری موجود نہیں بلکہ جس طرح اور ابرار مر کر جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی چلا گیا۔

سیدنا محمد خاتم النبیین ہیں

مشرق میں ایرانیوں کا اثر تھا اور مغرب میں عبرانیوں کا۔ تمام یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ کے کناروں اور جزائر پر بائبل کا اثر اور ایران اور اس کے قرب وجوار و ہندوستان میں ایرانیوں کی کتابوں کا اثر تھا۔ ہاں عرب پر کسی کا اثر نہ تھا۔ ان میں بت پرستی تھی اور مکہ ان کا مرکز تھا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے وہ مرکز فتح کیا جس پر کوئی مغرب یا مشرق کا بادشاہ کامیاب نہیں ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں پہلا حملہ ایران کی طرف ہوا۔ اور ان پر اسلامی تسلط ہوا اور ادھر شام کے ملک کو فتح کرنے کی توفیق حضرت عمرؓ کو ملی۔ اس طرح پر تمام دنیا میں حجت قائم ہو گئی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کیونکہ جب تینوں مشہور مذہبوں کے مرکز ہماری سرکار نے فتح کر لئے تو اب کسی ہادی کے لئے کونسا عظیم الشان کام باقی رہ گیا۔ جس کو کرنے کے لئے اس کا مبعوث ہونا ضروری تھا۔ اور اب بھی باوجودیکہ اسلام کی حالت نازک ہے۔ اس خصوص میں اسلام کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا کہ اس کے مذہب کا مرکز اس کے اپنے قبضے میں ہو۔ بلکہ دوسری قوموں کے مذہبی مرکز بھی اسلام ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ بے نظیر فتح ہے اور لازوال نشان ہے۔ ایک تو یہ ختم نبوت کی دلیل ہے۔

دوم۔ ایک دعویٰ ہوتا ہے ایک دلیل۔ اگلی کتابوں میں دعوے

مطبع انوار احمدیہ [illegible] شیخ یعقوب علی تراب احمدی [illegible]

کے تمام فن عربی اور اسلامی مدارس میں چند علماء کے ایک گروہ کے ساتھ دورہ کریں اور وہاں کے طریقہ تعلیم **نصاب التعلیم** اندرونی **انتظام** اور دوسرے امور کا بغور مطالعہ کرکے ہر نیک اور عمدہ بات کو اخذ کرکے اپنے مدرسہ میں رائج کریں۔

عربی زبان اور عربی علوم اور علم **الٰہیات** کے پرجوش عاشق حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو یہ خیال پہلے ہی سے تھا اور انہوں نے اپنے بعض تلامذہ کو اپنے اخراجات پر مختلف **اسلامی مدارس** اور ممالک میں بھیجنے کی بارہا خواہش کی تھی کہ وہ ایک سفر کرکے ان امور پر ایک **صراط مستقیم** تجویز کریں۔

مگر قدرت نے یہ فخر ہمارے **اولوالعزم نوجوان** کے لئے رکھا ہوا تھا چنانچہ اس مقصد کو لیکر حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت **امام** کے حضور اجازت کی درخواست کی جس کو اعلیٰ حضرت نے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اس سفر کیلئے مندرجہ ذیل علماء حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ سے تجویز ہوئے اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کو یہ عزت نصیب ہوئی کہ وہ اس سفر کے واقعات قلمبند کرنے کے لئے ان بزرگوں کے ساتھ ہو چنانچہ اس قرارداد کے موافق حافظ مولوی روشن علی صاحب مولوی سید سرور شاہ صاحب مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب اور مولوی فاضل عبدالمحی عرب حضرت صاحبزادہ کے ساتھ طیار ہوئے ۱۳ر اپریل سنہ ۱۹۱۲ء اس سفر کی روانگی کی تاریخ مقرر ہوئی تاکہ **ندوۃ العلماء** کے جلسہ پر بھی جا سکیں۔ ندوۃ العلماء کے جلسہ پر بعض دوسرے احمدی احباب مثلاً جناب مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن احمدیہ اور مولوی خواجہ تیمور صاحب ایم۔ اے (جو آجکل اسسٹنٹ پروفیسر علیگڈھ کالج ہیں۔ یہ نوجوان اپنی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کے لحاظ سے ایک خاص نوجوان ہے جس نے حضرت خلیفۃ المسیح کی زیر تربیت **علوم عربیہ دینیہ** کی تحصیل تمام کی ہے۔ اور یہ امید رکھنا خدا کے فضل سے بہت قرین قیاس ہے کہ یہ نوجوان انشاء اللہ العزیز سلسلہ کے لئے ایک مفید وجود ہوگا۔) بھی جائیں گے۔ مگر اس سفر پر یہی وفد جا رہا ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اور اس طرح پر وہ دن بھی قریب معلوم ہوتا ہے کہ ایک **وفد** ممالک اسلامیہ کے مدارس کے نصاب اور طریقہ تعلیم کے ملاحظہ اور تبلیغ کے لئے نکل سکیگا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کے **سنہری اور قابل یادگار واقعات میں سے ہوگا**

غرض جب روانگی کی اجازت اور تجویز ہو چکی تو آخر وہ وقت آ پہنچا کہ روانگی سے پہلے یہ گروہ اپنے امام کے حضور حاضر ہو

روانگی کے لئے اجازت اور طلب دعا

چنانچہ ۱۲ر اپریل سنہ ۱۹۱۲ء کو عشاء کی نماز سے پہلے یہ کل احباب حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور حاضر ہوئے۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم ان بزرگوں سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ اس وقت حضرت **خلیفۃ المسیح** ایک **خادم** کو کسی خط کا جواب لکھا رہے تھے۔ جب جواب سے فارغ ہوئے تو خاکسار ایڈیٹر الحکم کو قریب بلا کر فرمایا۔

ندوہ نمبر پر ریمارک

میں نے آپ کا ندوۃ کا نمبر پڑھ لیا ہے اور خوب غور سے پڑھا ہے۔ مجھے اس میں دو نقص معلوم ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ کسقدر سختی سے کام لیا ہے اور اس سختی میں بعض لوگوں کے نام لئے ہیں **قرآن مجید** کے طرز کو اختیار کرنا چاہیئے۔ قرآن مجید بلا اظہار نام غلط اور باطل عقائد پر زد مارتا ہے۔ اور ایسی زد مارتا ہے کہ کوئی کیا مار سکیگا۔ اگر قرآن مجید میں **ابوجہل** یا دوسرے منکرین مخالفین کا ذکر بقید نام ہوتا تو ان کی اولاد کو اس کا پڑھنا سخت ناگوار ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام اور مامورین کی حالت کچھ اور ہوتی ہے وہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی کسی تحریک کے نیچے بعض لوگوں کے نام لیتے ہیں اور ان کے متعلق بعض اوقات ایک ایسی سختی سے کام لیتے ہیں جو سراسر رحمت ہوتی ہے۔ مگر ہر شخص کا کام نہیں کہ اس طریق کو اختیار کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی تحریروں میں مخالفین کو نام لیکر مخاطب نہیں کرتا۔ اب آپ کو معلوم ہوا ہے کہ **فصل الخطاب** کس کے لئے لکھی گئی۔ مگر جو شخص فصل الخطاب کو پڑھیگا اور اُسے بتایا نہ جاوے۔ اسکو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس کے جواب میں ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے اس طریق کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔ مولوی عبدالکریم مرحوم (بڑی لمبی دعا ان کے لئے فرمائی) مجھکو بہت پیارا تھا میں اس کی تقریر اور تحریر کو پیار سے پڑھتا۔ اور سنتا تھا ان کی تحریر میں اور تقریر میں تیزی ہوتی تھی میں اس تیزی کو بھی پسند کرتا مگر باوجود اس پیار کے جو مجھے ان سے تھا

خدا تعالیٰ کی کتاب تو اس سے پیاری تھی اور پیاری ہے

عبدالکریم کیا مجھے تو خدا تعالیٰ کی کتاب سب سے پیاری ہے ہاں اس کے لانیوالا بھی میرا محبوب ہے۔ اور بہت ہی **محبوب** ہے۔ مگر اس کو بھیجنے والا پھر ایک ہی **محبوب** ہے۔ کہ اس کے سامنے ساری محبتیں فنا ہو جاتی ہیں اور یہ اسی **محبوب** کا کلام ہے۔

پیارے کی پیاری باتیں ہوتی ہیں۔

اور میری تو یہ غذا ہے۔ پس میں آپکو طرز تحریر اور طرز بیان میں قرآن مجید کے اسلوب کے اتباع کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ غرض مولوی عبدالکریم مرحوم نے ایک مرتبہ حضرت صاحب سے کہا کہ نور **الدین** کی تحریر میں تیزی نہیں ہوتی۔ حضرت صاحب نے فرمایا **ہاں** ان کا طریق ایسا ہی ہے یہ نرم طبیعت رکھتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں ہر قسم کی تحریر اور تقریر پر خدا کے فضل سے قادر ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جب بولتا ہوں یا لکھتا ہوں تو میرے زیر نظر یہ امر ہوتا ہے کہ

کوئی اس سے نفع اٹھاوے

پس نفع رسان بنو اور جسطرح یہ تحریریں مفید اور نفع رساں ہوں اس کو مدنظر رکھو ہمارے طریق کو استعمال کرو اور ہمیشہ یہ مدنظر رکھو کہ کوئی سعادت مند فائدہ اٹھاوے مہدی کے متعلق جو مضمون آپ نے کہیں سے لیا ہے اس کا طرز بیان مجھے پسند نہیں آیا ایسے طرز بیان سے بعض اوقات صداقت مشتبہ ہو جاتی ہے اور لوگ اسکو معمولی پھبتی سمجھ لیتے ہیں اسواسطے صداقت کے اظہار میں ہمیشہ

متانت کی قدر

متانت اور ثقاہت سے کام لینا

کے تمام اُن عربی اور اسلامی مدارس میں علماء کے ایک گروہ کے ساتھ دورہ کریں اور وہاں کے طریقہ تعلیم نصاب تعلیم اندرونی انتظام اور دوسرے امور کا پُر غور مطالعہ کر کے ہر نیک اور عمدہ بات کو اخذ کر کے اپنے مدرسہ میں رائج کریں۔

عربی زبان اور عربی علوم اور علم الٰہیات کے پرجوش عاشق حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو یہ خیال پہلے ہی سے تھا اور انھوں نے اپنے بعض تلامذہ کو اپنے اخراجات پر مختلف اسلامی مدارس اور ممالک میں بھیجنے کی بارہا خواہش کی تھی کہ وہ ایک سفر کر کے ان امور پر ایک **صراط مستقیم** تجویز کریں۔

مگر قدرت نے یہ فخر ہمارے **اولوالعزم نوجوان** کے لئے رکھا ہوا تھا چنانچہ اس مقصد کو لیکر حضرت صاحبزادہ صاحب نے حضرت **امام** کے حضور اجازت کی درخواست کی جس کو اعلیٰ حضرت نے نہایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ اس سفر کیلئے مندرجہ ذیل علماء حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ سے تجویز ہوئے اور خاکسار ایڈیٹر الحکم کو یہ عزت نصیب ہوئی کہ وہ اس سفر کے واقعات قلمبند کرنے کیلئے ان بزرگوں کے ساتھ ہو چنانچہ اس قرارداد کے مطابق حافظ مولوی روشن علی صاحب مولوی سید سرور شاہ صاحب مولوی قاضی سید امیر حسین صاحب اور مولوی فاضل سید المحی عرب حضرت صاحبزادہ کے ساتھ طیار ہوئے ۱۲ر اپریل سنہ ۱۹۱۳ء اس سفر کی روانگی کی تاریخ مقرر ہوئی تاکہ **ندوۃ العلماء** کے جلسہ پر بھی جا سکیں۔ ندوۃ العلماء کے جلسہ پر بعض دوسرے احمدی احباب مثلاً جناب مولوی محمد علی صاحب سکرٹری صدر انجمن احمدیہ اور مولوی خواجہ تیمور صاحب ایم۔ اے (جو آجکل اسسٹنٹ پروفیسر علیگڈھ کالج ہیں۔ یہ نوجوان اپنی ذاتی خوبیوں اور علمی قابلیتوں کے لحاظ سے ایک خاص نوجوان ہے جس نے حضرت خلیفۃ المسیح کی زیر تربیت علوم عربیہ دینیہ کی تحصیل تعلم کی ہے۔ اور یہ امید رکھنا خدا کے فضل سے بعید از قرین قیاس نہیں کہ یہ نوجوان انشاء اللہ العزیز سلسلہ کے لئے ایک مفید وجود ہوگا۔) بھی جائینگے۔ مگر

اس سفر پر وہی وفد جا رہا ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ اور اس طرح پر وہ دن بھی قریب معلوم ہوتا ہے کہ ایک وفد ممالک اسلامیہ کے مدارس کے نصاب اور طریقہ تعلیم کے ملاحظہ اور تبلیغ کے لئے نکل سکیگا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی کے **سنہری اور قابل یادگار واقعات میں سے ہوگا**

غرض جب روانگی کی اجازت اور تجویز ہو چکی تو آخر وہ وقت آ پہنچا کہ روانگی سے پہلے یہ گروہ اپنے امام کے حضور حاضر ہو

روانگی کے لئے اجازت اور طلب دعا

چنانچہ ۱۲ر اپریل سنہ ۱۹۱۳ء کو عشاء کی نماز سے پہلے یہ کل احباب حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور حاضر ہوئے۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم ان بزرگوں سے پہلے پہنچ گیا تھا۔ اس وقت حضرت **خلیفۃ المسیح** ایک **خادم** کو کسی خط کا جواب لکھا رہے تھے۔ جب جواب سے فارغ ہوئے تو خاکسار ایڈیٹر الحکم کو قریب بلا کر فرمایا۔

ندوہ نمبر پر ریمارک

میں نے آپ کا ندوہ کا نمبر پڑھ لیا ہے اور خوب غور سے پڑھا ہے۔ مجھے اس میں دو نقص معلوم ہوئے ہیں ایک تو یہ کہ کسقدر سختی سے کام لیا ہے اور اس سختی میں بعض لوگوں کے نام لئے ہیں **قرآن مجید** کے طرز کو اختیار کرنا چاہئے۔ قرآن مجید بلا اظہار نام غلط اور باطل عقائد پر زد مارتا ہے۔ اور ایسی زد مارتا ہے کہ کوئی کیا مار سکیگا۔ اگر قرآن مجید میں **ابوجہل** یا دوسرے منکرین مخالفین کا ذکر بقید نام ہوتا تو ان کی اولاد کو اس کا پڑھنا سخت ناگوار ہوتا۔

انبیاء علیہم السلام اور ماموریں کی حالت کچھ اور ہوتی ہے وہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی کسی تحریک کے نیچے بعض لوگوں کے نام لیتے ہیں اور ان کے متعلق بعض اوقات ایک ایسی سختی سے کام لیتے ہیں جو سراسر رحمت ہوتی ہے۔ مگر ہر شخص کا کام نہیں کہ اس طریق کو اختیار کرے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں اپنی تحریروں میں مخالفین کو نام لیکر مخاطب نہیں کرتا۔ اب آپ کو معلوم ہوا ہے کہ **فصل الخطاب** کس کے لئے لکھی گئی۔ مگر جو شخص فصل الخطاب کو پڑھا دیگا اور اُسے بتایا نہ جاوے۔ اُسکو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس کے جواب میں ہے۔ اس لئے قرآن کریم کے اس طریق کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔ مولوی عبدالکریم مرحوم (بڑی لمبی دعا ان کے لئے فرمائی) مجھکو بہت پیارا تھا میں اس کی تقریر اور تحریر کو پیار سے پڑھتا اور سنتا تھا ان کی تحریر میں اور تقریر میں تیزی ہوتی تھی میں اس تیزی کو بھی پسند کرتا مگر باوجود اس پیار کے جو مجھے ان سے تھا

خدا تعالیٰ کی کتاب تو اس سے پیاری تھی اور پیاری ہے

عبدالکریم کیا مجھے تو خدا تعالیٰ کی کتاب سب سے پیاری ہے ہاں اس کے لانیوالا بھی میرا محبوب ہے۔ اور بہت ہی **محبوب** ہے۔ مگر اس کو بھیجنے والا پھر ایک ہی محبوب ہے۔ کہ اس کے سامنے ساری محبتیں فنا ہو جاتی ہیں اور یہ اسی **محبوب** کا کلام ہے۔

پیارے کی پیاری باتیں ہوتی ہیں۔

اور میری تو یہ غذا ہے۔ پس میں آپکو طرز تحریر اور طرز بیان میں قرآن مجید کے اسلوب کے اتباع کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ غرض مولوی عبدالکریم مرحوم نے ایک مرتبہ حضرت صاحب سے کہا کہ **نورالدین** کی تحریر میں تیزی نہیں ہوتی۔ حضرت صاحب نے فرمایا **ہاں** ان کا طریق ایسا ہی ہے یہ نرم طبیعت رکھتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ میں ہر قسم کی تحریر اور تقریر پر خدا کے فضل سے قادر ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ جب بولتا ہوں یا لکھتا ہوں تو میرے زیر نظر یہ امر ہوتا ہے کہ

کوئی اس سے نفع اُٹھاوے

پس نفع رساں بنو اور جس طرح پر یہ تحریریں مفید اور نفع رساں ہوں اس کو مدنظر رکھو ہمارے طریق کو استعمال کرو اور ہمیشہ یہ مدنظر رکھو کہ کوئی سعادت مند فائدہ اُٹھاوے مہدی کے متعلق جو مضمون آپ نے کہیں سے لیا ہے اس کا طرز بیان مجھے پسند نہیں آیا ایسے طرز بیان سے بعض اوقات صداقت مشتبہ ہو جاتی ہے اور لوگ اسکو معمولی پھبتی سمجھ لیتے ہیں اسواسطے صداقت کے اظہار میں ہمیشہ

متانت کی قدر

متانت اور ثقاہت سے کام لینا

چاہئے۔ دہلی کی زبان میں شوخ کلام کرنیوالے بھی ہوتے ہیں۔ مگر مجھے پسند نہیں۔ میرے کتب خانہ میں دواوین اردو میں سے ذوق۔ غالب اور مومن کے دیوان موجود ہیں۔ مگر سودا اور ابو ظفر کا کلام نہیں رکھتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے کلام میں وہ بات نہیں جو ذوق اور مومن کے کلام میں ہے۔ دہلی کے بعض لوگوں سے مجھے بڑی محبت ہے شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالغنی صاحب شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ سے میں محبت رکھتا ہوں۔ آپکو معلوم ہے بارہا میں نے انکا ذکر کیا ہے۔ ان کی زبان میں بڑی پاکیزگی اور ثقاہت ہے میں چاہتا ہوں کہ ہمارے دوست اپنی تحریروں میں ان لوگوں کا اتباع کریں آپ ہمارے اسلوب تحریر کا بھی اتباع کر کے دیکھیں۔

یہاں تک حضرت نے گفتگو فرمائی تھی کہ حضرت صاحبزادہ صاحب اور مولوی حافظ روشن علی صاحب اور قاضی مولوی سید امیر حسین صاحب اور مولوی سید سرور شاہ صاحب بھی

تقریر امیر اور نصائح

حصول اجازت کے لئے آحاضر ہوئے مختصر حضرت نے پھر ان ریمارکس کا ذکر کیا جو پہلے فرمائے تھے پھر فرمایا کہ:

۔ "میں میاں صاحب کو تم پر امیر مقرر کرتا ہوں کوئی سفر بدون امیر کے جائز نہیں اس لئے میاں صاحب کو تمہارا امیر مقرر کیا ہے۔ میاں صاحب کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ آپ **تقوی اللہ** سے اور چشم پوشی سے عموماً کام لیں بہت دعائیں کریں۔ جناب الٰہی میں گر جانے سے بڑے بڑے برکات اُترتے ہیں اور آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے امیر کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری کریں کوئی کام انکی اجازت کے بدون نہ کریں۔ علم کا گھمنڈ کوئی نہ کرے میں بھی علوم پڑھے ہیں میں بعض وقت کوئی لفظ بھول بھی جاتا ہوں مگر خدا کے فضل سے خوب سمجھتا ہوں بہت پڑھایا بھی کر اور پڑھاتا بھی ہوں۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ محض علوم کچھ چیز نہیں۔

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست۔

تم بھی اسی علم کو حاصل کرو۔ اور یہی اپنا مقصد بناؤ باقی علوم کچھ بھی چیز نہیں ہوتے [illegible] ن کا گھمنڈ بھی نہ کرنا دعاؤں سے بہت کام لینا۔ یہاں سے چلتے وقت راستہ میں کسی قریہ کو [illegible] کو دیکھو تو برابر دعائیں کرو۔ (وہ دعائیں جو مسنون ہیں)۔

اس مضمون کے آخر میں وہ دعائیں معہ ترجمہ لکھدی ہیں کسی سے مقابلہ ہو تو دعاؤں سے کام لو۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو دعاؤں سے اس کا حل چاہو۔ میرا اپنا تجربہ ہے۔ میں بڈھا ہو گیا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر جاتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ اس کے دل کو کھول دیتا ہے اور آپ اس کی مشکل کا حل بتا دیتا ہے۔

صاحب منار نے سلسلہ کی مخالفت کی ہے اس سے ملو تو بیشک عمدہ پیرایہ میں اسکو **جتاؤ** کہ گو تم نے مخالفت کی ہے مگر ہم لوگ ایسی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے۔ **علمائے** ملو اگر کسی سے کوئی عمدہ بات ملے تو اسے فوراً لے لو۔ کیونکہ **کلمۃ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا** یعنی حکمت کی بات مومن کی گمگشتہ متاع ہے اُسے لے لو جہاں سے ملے۔ پھر چند علماء کے نام بتائے اور چند مدارس کے نام لئے کہ ان سے ملو اور ان مدارس کو دیکھو۔

بالآخر فرمایا۔ دعاؤں سے کام لو۔ اب تم سب میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھدو میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔ پھر بھی دعا کرونگا اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا (باقی دوسرے نمبر میں انشاءاللہ العزیز)

نوٹ میں یہ سلسلہ سفر میں سے ہی لکھ رہا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو یہ سلسلہ الحکم کے ناظرین کے لئے علمی اور دلچسپ سلسلہ ہوگا۔ آپ صاحبان دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے ہمکو اور ہمارے اس سفر میں **امام و امیر** حضرت صاحبزادہ صاحب کو فائز المرام حضرت امیر المومنین کے حضور میں پہنچائے اور انکی دعائیں ہمارے حق میں قبول ہوں آمین

(ایڈیٹر الحکم از لکھنؤ)

دعا ابو اللیث محمد اسماعیل صاحب احباب سے دین و دنیا کے حسنات کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں ۔ عبدالمجید خان صاحب کلرک ... صاحب بھی مستدعی دعا سے بہتری ہیں۔

مختصر نوٹ از قاضی اکمل

فلیبک علی الاسلام من کان باکیا

اطبا کی کچھ ضرورت نہیں رہی

اصلاح ماہ مارچ میں لکھا ہے کہ ایک عورت کو عارضہ صرع کا تھا ہر قسم کے معالجہ سے عاجز آئی تو اس نے تعزیہ کی نذر کی جس سے اسکو صحت ہوگئی پھر کسی قسم کی شکایت نہوئی

۲۔ ایک جمعدار کا لڑکا شدید مرض میں مبتلا تھا امید زیست نہ رہی ماں نے تعزیہ کی نذر کی۔ خدا نے صحت بخشی۔

میرے خیال میں اب کیا ضرورت ہے کہ لوگ خواہ مخواہ ڈاکٹروں اور طبیبوں کی فیسیں بھریں اور بڑی بڑی قیمتی دوائیاں خریدنے پر مجبور ہوں۔ صرف تعزیہ کی نذر ماننی کافی ہے مایوس العلاج مریضوں کو مژدہ ہو۔ مگر تعجب ہے کہ شیعہ جو باقاعدہ تعزئے اُٹھاتے ہیں ان میں سے بھی کئی بیمار رہتے ہیں۔ اور شدید سے شدید مرضوں میں مبتلا ہیں وہ اس اپنے خانہ ساز نسخے سے کیوں فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ پھر خود مدیر اصلاح نے پچھلے سال بڑا لمبا چوڑا مرثیہ پڑھا تھا کہ ہمارا وہ مرگیا وہ دُنیا سے سفر کر گیا کیوں اسی نسخہ مجربہ سے مستفید نہوا۔

تعزیہ اُٹھانا تو اکسیر تھا ہی مگر ایک واقعہ مندرجہ اصلاح سے معلوم ہوا کہ ماہ محرم میں کسی سنت نبوی کا ادا کرنا موجب عذاب ہے چنانچہ "اصلاح" میں ہی یہ واقعہ بڑے تفاخر سے درج ہے کہ سکرٹری صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ نے ماہ محرم میں دعوت ولیمہ دی جس کے بعد وہ لڑکا پتنگ اُڑانے میں چھت سے گرا اب اس شخص کو اپنے فعل پر ندامت ہے خدا تعالیٰ اُمت مرحومہ پر رحم کرے اور چودہویں صدی کے ان نئے نئے مجتہدوں سے بچائے جو دین کو رونے پیٹنے اور اپنے تئیں لوہے کی زنجیروں سے زخمی کرنے اور دو چار بانس کی کھپچیوں اور پرائی عورتوں سے شعر کی سنت ادا کرنے میں سمجھتے ہیں۔

روحانی نظارہ جو خلیفۃ المسیح کو سات سال قبل دکھلایا گیا

کتاب نورالدین جو بجواب ترک اسلام مولفہ دھرمپال ۱۹۰۵ء میں لکھی گئی تھی اس کے ٹائیٹل پیج پر استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ کئی صاحبوں نے لکھا دیکھا ہوگا۔ یہ دراصل اس روحانی نظارہ کیطرف اشارہ ہے جو آپ کو ان دنوں میں دکھایا گیا۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے گھر میں شادی کے بعد ایک مندر کیطرف لیجائے گئے ہیں جس میں دو بڑے بڑے بُت ہیں۔ آپ کی موحدانہ طبیعت میں جوش آیا تو آپ نے استغفار پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک بت گر گیا۔ پھر آپ دوسرے کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور بہت استغفار پڑھا۔ مگر بت جوں کا توں موجود تھا۔ تب آپ کو تحریک ہوئی کہ یہاں لاحول کے حربے کام لینا چاہیئے۔ چنانچہ جب آپ نے لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا تو وہ بت پاش پاش ہوگیا اسکی تفہیم یہ ہوئی کہ نورالدین کی اشاعت کے بعد دھرمپال کا فتنہ آپ کی زندگی میں مٹایا جائیگا۔ اور دوسرا کام خدا تعالیٰ اپنے ید قدرت سے کریگا۔ اللہ اکبر ان حالات میں کون کہہ سکتا تھا کہ ایسا ہوگا مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہی دھرمپال جو اسلام کو دنیا کا نعوذ باللہ سب سے بڑا مذہب قرار دیتا تھا اب اس کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اور جو کتابیں اس نے اسلام کے خلاف لکھی تھیں انھیں خود اپنے ہاتھوں سے جلا چکا ہے۔ کوئی سعید روح ہے جو اس نشان سے فائدہ اٹھائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنی مومنانہ فراست سے نورالدین صفحہ ۱۲۶ پر ایک سوال کے جواب میں لکھدیا تھا۔ اب تمہارے تبدیل مذہب کا باعث معلوم ہوا جب تم ایک حالت پر نہیں رہ سکے تو تمہارا آریہ سماج دھرم پر استقلال بھی معلوم ہوگیا۔ اس میں سوچنے والوں کے لئے بہت نشانات ہیں۔

ہوشیار باش

بعض غیر احمدیوں کا یہ قابل اعتراض رویہ ہمارے نوٹس میں آیا کہ وہ حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح کی تصانیف وتقاریر میں سے کالموں کے کالموں سطروں کی سطریں بلا حوالہ نام اپنے مضامین میں درج کرتے یا اول سے آخر تک تمام مضمون اپنے نام سے لکھ کر پبلک کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ان کو واضح رہے خدا کے فرستادہ خدا کے دین کا کلام اپنے اندر ایک خاص اثر اور ایک خاص صداقت رکھتا ہے۔ اگر خاک ڈالنے سے چاند نہیں چھپ سکتا تو اس کی روشنی کب اس سیاہی میں چھپ سکتی ہے۔ جس کی تہ میں اسے چھپانے کی کوشش کیجاتی ہے۔ ہم عرصہ دو سال سے ایسا دیکھ رہے ہیں کہ ایک صاحب اپنے مضمون میں درس قرآن شریف کے نوٹ جو بدر میں شائع ہوئے ہیں ان سے اور حضرت مسیح موعود کی دوسری کتب سے اپنے مضامین میں عبارتیں ملا کر اپنے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ بلکہ مرحوم رسالہ نورالاسلام سیالکوٹ نے تو یہ خدمت بڑی تندہی سے ادا کی کہ حضور مغفور کی تصانیف وتقاریر سے بلا حوالہ مضمون کے مضمون نقل کر دیئے۔ اسپر ہم نے زور نوٹس لینا ضروری نہیں سمجھا گیا۔ وجہ یہ کہ ہمارا مقصود تو پیغام حق پہنچانا ہے نہ کہ ناموری۔ کوئی حق سے خواہ کسی ذریعے سے سنے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ کوئی شخص اس پاک و معجزانہ کلام کی ایسی قطع وبرید کرے کہ مطلب ہی خبط ہو جائے اور اس کا حال اس حسین کی مانند ہو جائے جس کا کوئی نمایاں عضو کاٹ دیا جاوے۔ یا جسے بدبودار نفرت انگیز لباس پہنا دیا جائے یا اس لکھنے والے کا مقصد یہ ہو کہ بجائے **مسیح موعود** سے ارادت پیدا ہونے کے خود میری ذات ایک بزرگانہ و عالمانہ رنگ میں جلوہ گر ہو۔ فی الحال ہم نے اشارتاً توجہ دلائی ہے آئندہ ہم مفصل لکھنے پر مجبور ہونگے۔

مدرسہ احمدیہ

یکم اپریل کو صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب نے ایک دلچسپ تقریر فرمائی جس میں بتایا کہ اسلام میں دو گروہ ابتدا سے موجود ہیں ایک وہ جو نکلتے پھر دین کے بھی کام آتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو دنیا سے منہ موڑ کر محض دین کے ہو جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ منہاج نبوت پر ہے۔ اس لئے پہلے مقصد کے لئے مدرسہ انگریزی ہے اور دوسرے کے لئے مدرسہ احمدیہ ہے۔ جو ارشاد ربانی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کی تعمیل میں ہے۔ احباب کو چاہیئے کہ اس کی مدد کریں۔

اس کے بعد آپ نے انعام تقسیم فرمائے صدر انجمن نے ۵۴ روپے انعام مقرر کیا تھا۔ چوتھی۔ دوسری پہلی سپیشل جماعت قرآن مجید میں اول رہنے والے کو آٹھ چھ پانچ۔ تین روپے علی الترتیب اور سارے مجموعہ نمبر کے لحاظ سے دوسری میں اول و دوم کو چھ اور چار روپے اور پہلی میں اول و دوم کو چھ اور چار روپے اور پہلی میں اول و دوم کو پانچ اور تین روپیہ اور سپیشل میں اول و دوم کو تین اور دو روپے انعام دیا گیا۔

شیخ یعقوب علی صاحب کو شاخ دینیات سے ایک خاص دلچسپی ہے آپنے اپنی قابل قدر تصانیف قریباً پچاس روپیہ کی اس موقعہ پر انعام دیں اور آئندہ قرآن عرب میں اول رہنے والے کو ایک اشرفی انعام کا وعدہ فرمایا۔ مکرم میر ناصر نواب صاحب نے کچھ کپڑے دیئے۔ چند اور صاحبوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے۔ اخیر میں صادق سیالکوٹی نے ایک نظم سنائی۔ جو اسی وقت فی البدیہہ کھڑے کھڑے تیار کی گئی تھی۔

دارالامان کا ہفتہ

حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت خدا کے فضل وکرم سے اچھی ہے اور آپ باقاعدہ درس قرآن وحدیث دیتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب بمعیت دیگر احباب سفر پر ہیں۔ سفر محمود کا ایک حصہ چھاپہ یا گیا باقی لکھے ہیں۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب دورے سے فائز المرام واپس آگئے ہیں۔ اور دارالضعفا جس زمین میں طیار ہونیوالے تھے اسمیں بھرتی ڈلوا رہے ہیں آپنے اپنا سفرنامہ نمبر ۳ بھی مرتب کر لیا ہے جو عنقریب چھپ کر شائع ہوگا۔

قرآن کریم کی تلاوت انسان کی سعادت ہے!

یہ بالکل سچ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت مومن کی سعادت ہے - اور ہر مسلمان ضروری سمجھتا ہے - کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے - مگر اس میں بھی کلام نہیں - کہ

تلاوت کی اصلی غرض عمل ہے!

اور اعتقادی قوتوں کا نشوونما اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک انسان قرآن مجید کے مطالب اور مفہوم سے آگاہی حاصل نہ کرے - اور یہ آگاہی

قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر سے ہوتی ہے

اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ترجمۃ القرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اور اس میں بامحاورہ ترجمہ کے علاوہ حاشیہ میں تفسیری نوٹ دیئے گئے ہیں اور اس ترجمہ اور نوٹوں کی

خصوصیت یہ ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور عظمت اور اعجازی قوت کو ظاہر کیا جاوے

یہ ترجمہ اور تفسیری نوٹ زمانہ کی موجودہ ضرورت اور مخالفین اسلام کے موجودہ اعتراضات کو مدنظر رکھ کر لکھے گئے ہیں -

عاشق قرآن کریم حضرت مولانا مولوی حافظ نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح (مدظلہ العالی)

کے درس سے لئے ہوئے نوٹوں اور آپ کی تحریروں اور ملفوظات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریروں اور ملفوظات اور دیگر بزرگان ملت کے ملفوظات سے جمع کئے گئے ہیں - ان کو کیا آپ نے اب تک نہیں پڑھا - اگر نہیں تو ضرور پڑھیں اس میں نور ہدایت اور شفا ہے -

ہدیہ فی پارہ .... ایک روپیہ

نوٹ - آٹھ پارے تیار ہیں - آٹھوں کے اکٹھے خریدار سے مبلغ آٹھ روپے لئے جاویں گے معہ محصولڈاک

دفتر الحکم قادیان دارالامان ضلع گورداسپور سے طلب کرو

تو بیشک بہت ہیں مگر دالّٰس کم قرآن مجید نے دونوں کام کئے دعاوی اور دعاوی کے ساتھ دلائل بھی ایسے پُر زور کہ انہیں کوئی دنیاوی طاقت باطل نہیں کر سکتی۔ مثلاً بُت پرستی سے منع فرمایا اور بہت سی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی دی وھو فضلکم علی العٰلمین یعنی انسان غور کرے تو دنیا کی تمام چیزیں اسی کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔ پس جو چیزیں مخدوم ہونے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ وہ معبود کس طرح ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ختم نبوت کی ایک دلیل ہے کہ جو دعویٰ کیا ہے اس کی دلیل بھی دی ہے اور یہ بات اور کسی الہامی کتاب میں نہیں اور آئندہ ان سے بڑھکر اور کیا کوئی دلیلیں دیگا۔

سوم۔ تمام مذاہب جو خدا کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں ان میں یہ امر مشترک پایا جاتا ہے کہ وہ دعا کے قائل ہیں۔ الفاظ دعا میں خواہ اختلاف ہو۔ مگر اصل دعا میں کسی کو اختلاف نہیں اب یہ بات بھی دنیا میں نبی کریم صلعم اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ کہ ان کے متبعین ان کے لئے دن رات کے ہر ایک حصے میں دعاے ترقی درجات مانگتے ہیں۔ کسی نبی کا ہرگز ہرگز کوئی مقتدا نہیں۔ جس کے لئے اس کے مقتدیوں نے اس قدر دعا کی ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کم از کم ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے اور زمین گول ہے۔ پس دُنیا میں ہر ایک وقت کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور رہتا ہے اور نماز میں ضرور پڑھا جاتا ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترقی درجات وازدیاد برکات کے لئے خلوص بھرے دلوں سے دعا کی جاتی ہے۔ عیسائی مسیح کے لئے دعا ہی نہیں کرتے۔ اور ایسا ہی ہندو سری رامچندر و کرشن جی کے لئے اس کی ضرورت نہیں سمجھتے ہاں مسلمان ہیں جو اپنے محسن نبی کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور تیرہ سو برس سے بتوالی آنا لیل ونہار

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمد

پڑھ رہے ہیں۔ پھر دنیا میں مومن مسلمان جو نیک کام آپ کی تحریک وارشاد کے ماتحت کرتا ہے۔ اس کا ثواب بھی آپ کو ملتا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی آپ ہی کی ذات بابرکات خاتم النبیین ٹھہرتی ہے۔

شفاعۃ النبیؐ

بعض لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شافع ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے طلب کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ آیت حجّت قویہ ہے ولا یملك الذین یدعون من دونه الشفاعة الا من شھد بالحق وھم یعلمون اور جن کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ شفاعت کے مالک نہیں ہاں یہ بات صحیح ہے کہ ایک شافع ہے جس نے حق کی گواہی دی اور وہ لوگ اسے خوب جانتے ہیں (یعنی سیدنا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم) ایک اور آیت ہے پارہ ۵ رکوع ۶ ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابًا رحیمًا اور جب ان لوگوں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت مانگتا تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

شفاعت کی حقیقت سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ لفظ شفع سے نکلا ہے۔ اور مندرجہ ذیل آیت ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلعم کی اتباع انسان کے گناہوں کی مغفرت کا موجب ہے۔ حضور انور کی ذات ستودہ صفات ایک نور ہے جو اس نور سے تعلق پیدا کرتا ہے اس سے ظلمات دور ہوتی ہیں یہ شفاعت ہے مجرموں کی جنبہ داری کا نام شفاعت نہیں۔ جیسا کہ بعض نادانوں نے غلطی سے سمجھا ہے۔ اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

حل مشکل

جب کوئی ایسا مسئلہ تمہارے سامنے پیش ہو جس کا جواب تمہیں نہ آتا ہو۔ تو خصم کو محض الزامی جواب دینا جوانمردی نہیں۔ کیونکہ جس بات پر خود تم کو یقین نہیں اسے دوسرے کو منوانا یا ماننے کے لئے کہنا دیانتداری کے خلاف ہے۔ چاہیئے کہ اس آیت یا سوال کو لکھ کر دیوار پر کسی نمایاں جگہ جہاں ہر وقت تمہاری نظر پڑتی رہے۔ آویزاں کرو ادھر صدقہ وخیرات کرو۔ استغفار بہت پڑھو۔ ایمان بالغیب کے رنگ میں اللہ تعالیٰ سے بہت بہت دعائیں کرو یقیناً یقیناً تم کو سچائی کی راہ نظر آجائیگی۔ قرآن کریم کے ابتدا میں ہی اس نکتہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون۔ ہدایت ان لوگوں کا حصہ ہے جو گناہ آلود زندگی سے بچنے والے ہوں۔ پھر ایمان بالغیب رکھیں۔ دعاؤں میں لگے رہیں۔ اور کچھ صدقہ خیرات بھی کریں۔ حضرت امام شافعیؒ کا ایک شعر ہے۔

فان العلم نورٌ من الٰہ
ونور اللہ لا یعطیٰ لعاصی

یہ دراصل تفسیر ہے لا یمسّہٗ الا المطھرون کی پس قرآن مجید کے غوامض کی تہ کو پہنچنے اور معضلات مسائل کے لئے پاک زندگی اور مطہر قلب ہونا چاہیئے ایک معمولی مہمان کے لئے مکان صاف کیا جاتا ہے اور حتی الوسع کوئی ناپاکی اور گندگی رہنے نہیں دی جاتی۔ تو خدا کے کلام کے معانی کے نزول کے لئے ایک مصفّٰی دل کی کیوں ضرورت نہ ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاملہ میں اگر لوگ اس اصل پر چلتے تو کبھی دھوکہ نہ کھاتے اور نہ مستوجب وعید ہوتے۔ چاہیئے تھا۔ کہ وہ خدا کے حضور رو رو کر عرض کرتے کہ الٰہی ہم پر حق کھل جائے۔ استغفار کرتے صدقہ و خیرات دیتے اور پاک زندگی اختیار کرتے۔ انسان جو بُرے کام کرتا ہے۔ ان کی ابتدا ان وسوسوں سے ہوتی ہے۔ جو سینوں میں اُٹھتے ہیں۔ اُن کا علاج یہ ہے۔ کہ جب ایسے خیالات کا سلسلہ اُٹھنے لگے۔ تو اس جگہ کو بدل دے باہر چلا جائے کسی سے باتوں میں لگ جائے۔ موت کو یاد کرے ایک شغل میں اگر وہ سلسلہ نہ ٹوٹے۔ تو دوسرا شغل اختیار کرے[1]۔ تنہا نہ رہے قرآن مجید کی تلاوت شروع کردے عام طور پر لا الٰہ الا اللہ بہت پڑھے۔ الحمد پڑھے۔ استغفار کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا ورد کرے اختلافات سے گھبرانا مومن کا کام نہیں اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے رفع کے لئے یہ آیت فرمائی ہے لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس

[1] نماز کے ارکان قیام رکوع سجود سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے۔

ملفوظات محمود سلمہ اللہ الودود

۲۰ - مارچ ۱۹۱۲ء کے خطبہ کا خلاصہ انہی الفاظ میں

شیطان انسان کے ورغلانے کے لئے مختلف قسم کی راہیں اختیار کرتا ہے۔ اور جس طرح موقعہ پاتا ہے اسکو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً جس کو دیکھتا ہے کہ غضب میں بڑھا ہوا ہے اس کو اسی راہ سے جس میں بے صبری کا مادہ ہے اس کو اسی راہ سے کسی میں بیوفائی کا مادہ ہے اس کو اسی راہ سے کسی کو دیکھتا ہے طبیعت میں سختی زیادہ ہے پس اس کو اسی راہ سے غرضیکہ جس جس میں جس جس قسم کی کمزوری ہوتی ہے اسی راہ سے ورغلاتا ہے۔ سب سے بڑا شیطان انسان کا نفس ہے۔ یہ طرح طرح سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے باہر سے دشمن آوے تو اس کے دفعیہ کے لئے تدابیر بھی انسان کر سکتا ہے لیکن اپنے نفس کے دھوکہ سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ صوفیاء نے اسی لئے کہا ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن نفس ہے۔ کیونکہ اس کے پھسلانے کے طریقے پیچ در پیچ ہیں۔ عبادت میں بھی لوگوں کو بہک جانے کا موقعہ ملتا ہے۔ مثلاً سورج کے طلوع کے وقت کوئی نماز پڑھے اور یہ سمجھے کہ میں تو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اس میں کیا حرج ہے یا مثلاً عید کے دن روزہ رکھے مگر یہ دونوں منع ہیں۔ عبادت کے ابتلا بھی سخت ہوتے ہیں بعض شخص نوافل کے لئے فرائض کو قضا کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں نماز باجماعت کی سخت تاکید ہے حتیٰ کہ جنگ کے وقت بھی جبکہ بڑی سختی کا وقت ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے جماعت کو ضروری ٹھہرایا ہے۔ شمولیت کے ایسے شدومد کے حکم کو لوگوں نے غیر ضروری سمجھ لیا۔ نماز باجماعت بڑی ہی ضروری چیز ہے۔ ممکن ہے لوگ کئی مرتبہ جمعوں کے خطبوں میں اسی جماعت والی بات کو مجھ سے سن کر کہیں کہ بار بار کیوں دوہراتے ہو لیکن یہ مرض چونکہ عام طور پر پایا جاتا ہے اس لئے مجھے بار بار اس کی تاکید کرنی پڑتی ہے۔ بعض لوگ نماز جماعت کو اس لئے ترک کر دیتے ہیں کہ انہیں رکوع و سجود میں خشوع و خضوع کے لئے کافی موقعہ علیحدگی میں ملتا ہے اور جماعت کی نماز میں لمبے لمبے رکوع اور سجود نہیں ہو سکتے۔ اور بعض وقت جو دعاؤں کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے وہ رک جاتا ہے۔ یہ بھی میرے نزدیک نفس کا ایک وسوسہ ہے۔ سب سے زیادہ متقی انسان سب سے زیادہ معرفت کو سمجھنے والا انسان وہ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کو نازل فرمایا وہ جماعت کے ساتھ پڑھتا ہے اور اسی کی ہدایت فرماتا ہے۔ کوئی کہے کہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود امام ہوتے تھے اس لئے وہ اپنا جوش نکال لیتے ہونگے۔ لیکن یہ بات بھی صحیح نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کے ساتھ لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے بلکہ اگر کسی کو سن لیتے تھے کہ لمبی جماعت پڑھاتا ہے تو اس پر ناراض ہوتے تھے پھر ہم نے مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ دوسروں کے پیچھے ہی نماز پڑھتے تھے اور ان نمازوں میں کوئی لمبے رکوع و سجود نہ ہوتے تھے پھر بہت بہت دیر تک بعض اوقات بیٹھ کر امام کا انتظار کیا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوتی اور گھر میں نماز پڑھنے کا موقعہ ہوتا تو حضرت بھی جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے۔ پھر آجکل بھی دیکھو حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہیں تو انہوں نے گھر میں جماعت کا سلسلہ شروع کر دیا اور اکثر دوسرے اشخاص ہی پڑھاتے ہیں اور آسان نماز ہوتی ہے۔

بعض کہتے ہیں نماز میں مزا نہیں آتا۔ یہ بھی شیطانی وسوسہ ہے۔ نماز میں مزا آنے کی شرط قرآن و حدیث میں کہاں ہے۔ نماز کے ادا کا حکم ہے ہمکو حکم بجا لانا چاہیئے اس کی ضرورت نہیں کہ مزے تلاش کرتے پھریں۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کے اوپر چلنے کا نام اطاعت و فرمانبرداری ہے ذوق کے پیدا کرنے کا نام فرمانبرداری نہیں اپنے نفس کے مزے کو اطاعت پر ترجیح دینا غلطی ہے پھر میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں اس لئے نہیں آتے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بعض امور پر گفتگو کرنے سے منع کیا ہے اور لوگ وہ سلسلہ کلام شروع کر دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایک حکم کی تعمیل میں خدا تعالیٰ کے دوسرے حکم کو چھوڑ دینا کیسی غلط راہ ہے۔ اور مسجد میں آکر باتیں کرنا تو جائز ہی نہیں اور کون ہے جو کسی کو باتیں کرنے پر مجبور کرے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ کیا وہ کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ جب اس وقت ان سے کوئی ایسے تذکرے نہیں کرتا یا ایسے تذکروں کے خوف سے وہ گھروں سے باہر نکلنا نہیں چھوڑ دیتے تو اس قسم کے وسوسوں سے اس حکم ربانی کو کیوں چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خدا تعالیٰ کے بتلائے ہوئے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے موافق احکام کی بجا آوری میں کوشش کریں۔ اور بدیوں اور غفلت کو چھوڑ کر نیکی کی طرف متوجہ ہوں آمین

خاتم النبیین

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مخفی در مخفی تعلقات الٰہیہ کی وجہ سے اس بلند مقام تک پہنچ گئے تھے کہ آپ کے رتبہ کا سمجھنا ایک نہایت مشکل امر ہے بڑے بڑے عظیم الشان انسان دنیا میں گذرے ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں ہی کو پاک نہیں کیا بلکہ قوموں کی قوموں کو سدھار دیا۔ اور جو خدا تعالیٰ کے احکام میں ایسے منہمک ہوئے کہ بس فنا ہی ہو گئے لیکن جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے قدم مارا اس تک کوئی نہیں پہنچ سکا انسانی زندگی کا کوئی سا پہلو بھی لے لیں آپ بےنظیر ہی معلوم ہوتے ہیں۔ بچپن سے لیکر بڑھاپے تک اور بیکسی اور بےبسی کی حالت سے لیکر ایک ملک کے بادشاہ ہونے تک کی مختلف حالتوں میں کوئی پہلو بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس میں آپ کے طریق عمل پر کسی قسم کی حرف گیری کا موقعہ ملے بلکہ جہاں تک غور کریں کمال ہی کمال نظر

ملفوظات محمود سلمہ اللہ الودود

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۲ء کے خطبہ کا خلاصہ اپنے الفاظ میں

شیطان انسان کے ورغلانے کے لئے مختلف قسم
[illegible] راہیں اختیار کرتا ہے۔ اور جس طرح موقعہ پاتا ہے ہکو
[illegible] کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً جس کو دیکھتا ہے کہ
[illegible] ب میں بڑھا ہوا ہے اس کو اسی راہ سے جسمیں
[illegible] بے صبری کا مادہ ہے اس کو اسی راہ سے کسی میں
[illegible] وفائی کا مادہ ہے اس کو اسی راہ سے کسی کو دیکھتا ہے
[illegible] بیعت میں سختی زیادہ ہے پس اس کو اسی راہ سے
[illegible] غرضیکہ جس جس میں جس جس قسم کی کمزوری ہوتی ہے
[illegible] اسی راہ سے ورغلاتا ہے۔ سب سے بڑا شیطان انسان
[illegible] کا نفس ہے۔ یہ طرح طرح سے بہکانے کی کوشش کرتا ہے
[illegible] اگر بیرونی دشمن آوے تو اس کے دفعیہ کے لئے تدابیر
[illegible] انسان کر سکتا ہے لیکن اپنے نفس کے دھوکو
[illegible] مشکل ہوتا ہے۔ صوفیاء نے اسی لئے
[illegible] لکھا ہے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن نفس ہے۔
[illegible] اس کے پھسلانے کے طریقے پیچ در پیچ ہیں
[illegible] وقت میں بھی لوگوں کو بہک جانے کا موقعہ ملتا
[illegible] ہے۔ مثلاً سورج کے طلوع کے وقت کوئی نماز پڑھے
[illegible] اور سمجھے کہ میں تو خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں اس
[illegible] میں کیا حرج ہے یا مثلاً عید کے دن روزہ رکھے
[illegible] یہ دونوں منع ہیں۔ عبادت کے ابتلا بھی سخت
[illegible] ہوتے ہیں بعض شخص نوافل کے لئے فرائض کو
[illegible] قضا کر دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں نماز با جماعت
[illegible] کی سخت تاکید ہے حتیٰ کہ جنگ کے وقت بھی
[illegible] جبکہ سخت تنگی کا وقت ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے جماعت
[illegible] ضروری ٹھہرایا ہے۔ شریعت کے ایسے شد و مد کے
[illegible] حکم کو لوگوں نے غیر ضروری سمجھ لیا۔ نماز با جماعت
[illegible] بڑی ضروری چیز ہے۔ ممکن ہے لوگ کئی مرتبہ
[illegible] میرے خطبوں میں، اسی جماعت والی بات کو
مجھ سے سن کر کہیں کہ بار بار کیوں دوہراتے ہو لیکن یہ
مرض چونکہ عام طور پر پایا جاتا ہے اس لئے مجھے بار بار
اس کی تاکید کرنی پڑتی ہے۔ بعض لوگ نماز جماعت کو
اس لئے ترک کر دیتے ہیں کہ انہیں رکوع و سجود میں خشوع
و خضوع کے لئے کافی موقعہ علیحدگی میں ملتا ہے
در جماعت کی نماز میں لمبے لمبے رکوع اور سجود نہیں
ہو سکتے۔ اور بعض وقت جو دعاؤں کے لئے جوش پیدا ہوتا
ہے وہ رک جاتا ہے۔ یہ بھی میرے نزدیک نفس کا
ایک وسوسہ ہے۔ سب سے زیادہ متقی انسان سب سے
زیادہ معرفت کو سمجھنے والا انسان وہ ہے جس پر خدا تعالیٰ
نے قرآن کریم کو نازل فرمایا وہ جماعت کے ساتھ پڑھتا
ہے اور اسی کی ہدایت فرماتا ہے کوئی کہے کہ چونکہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود امام ہوتے تھے اس لئے
وہ اپنا جوش نکال لیتے ہونگے۔ لیکن یہ بات بھی صحیح
نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کے ساتھ ہلکی
سورتیں پڑھا کرتے تھے بلکہ اگر کیسو سن لیتے تھے کہ لمبی
جماعت پڑھاتا ہے تو اس پر ناراض ہوتے تھے پھر ہم نے
مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ دوسروں کے پیچھے
ہی نماز پڑھتے تھے اور ان نمازوں میں کوئی لمبے رکوع
و سجود نہوتے تھے پھر بہت بہت دیر تک بعض اوقات
بیٹھ کر امام کا انتظار کیا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح
موعود علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوتی اور گھر میں نماز
پڑھنے کا موقعہ ہوتا تو گھر پر بھی جماعت کے
ساتھ نماز پڑھتے۔ پھر آجکل بھی دیکھو حضرت خلیفۃ المسیح
بیمار ہیں تو انھوں نے گھر میں جماعت کا سلسلہ
شروع کر دیا اور اکثر دوسرے اشخاص ہی پڑھاتے
ہیں اور آسان نماز ہوتی ہے ❊

بعض کہتے ہیں نماز میں مزا نہیں آتا۔ یہ بھی شیطانی
وسوسہ ہے۔ نماز میں مزا آنے کی شرط قرآن و حدیث
میں کہاں ہے۔ نماز کے ادا کا حکم ہے ہکو حکم بجا لانا
چاہیئے اس کی ضرورت نہیں کہ مزے تلاش کرتے
پھریں۔ خدا تعالیٰ کے منشاء کے اوپر چلنے کا نام اطاعت
و فرمانبرداری ہے ذوق کے پیدا کرنے کا نام فرمانبرداری
نہیں اپنے نفس کے مزے کو اطاعت پر ترجیح دینا غلطی
ہے پھر میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں اس لئے
نہیں آتے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے بعض
امور پر گفتگو کرنے سے منع کیا ہے اور لوگ وہ سلسلہ
کلام شروع کر دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ایک حکم
کی تعمیل میں خدا تعالیٰ کے دوسرے حکم کو چھوڑ دینا کیسی
غلط راہ ہے۔ اور مسجد میں آکر باتیں کرنا تو جائز ہی نہیں
اور کون ہے جو کسی کو باتیں کرنے پر مجبور کرے۔ پھر میں
کہتا ہوں کہ کیا وہ کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ جب
اس وقت ان سے کوئی ایسے تذکرے نہیں کرتا
یا ایسے تذکروں کے خوف سے وہ گھروں سے باہر
نکلنا نہیں چھوڑ دیتے تو اس قسم کے وسوسوں سے
اس حکم ربانی کو کیوں چھوڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خدا تعالیٰ کے بتلائے
ہوئے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے
موافق احکام کی بجا آوری میں کوشش کریں۔ اور بدیوں
اور غفلت کو چھوڑ کر نیکی کی طرف متوجہ ہوں آمین

خاتم النبیین

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے مخفی در مخفی تعلقات
الٰہیہ کی وجہ سے اُس بلند مقام
تک پہنچ گئے تھے کہ آپ کے رتبہ کا سمجھنا ایک نہایت
مشکل امر ہے بڑے بڑے عظیم الشان انسان دنیا میں
گذرے ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں ہی کو پاک نہیں کیا
بلکہ قوموں کی قوموں کو سدھار دیا۔ اور جو خدا تعالیٰ کے
احکام میں ایسے منہمک ہوئے کہ بس فنا ہی ہو گئے
لیکن جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے
قدم مارا اُس تک کوئی نہیں پہنچ سکا انسانی زندگی کا کوئی
سا پہلو بھی لے لیں آپ بےنظیر ہی معلوم ہوتے ہیں۔
بچپن سے لیکر بڑھاپے تک اور بیکسی اور بے بسی کی
حالت سے لیکر ایک ملک کے بادشاہ ہونے تک کی
مختلف حالتوں میں کوئی پہلو بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ
جس میں آپ کے طریق عمل پر کسی قسم کی حرف گیری
کا موقعہ ملے بلکہ جہانتک غور کریں کمال ہی کمال نظر

آتا ہے۔ اکثر لوگوں میں جن کو بادی النظر میں کامل سمجھا جاتا ہے غور کریں تو بہت ہی کمزوریاں پائی جاتی ہیں لیکن یہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ہے کہ نظر کو کتنا ہی باریک کرتے چلے جاؤ آپ کے کمال ہی کمال کھلتے چلے جائینگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی** یعنی آپ کبھی بھی ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ منشائے الٰہی کے ماتحت ہی آپ کے سب کام تھے۔ پھر فرمایا کہ:- **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی** یعنی آپ نے جو کچھ پھینکا وہ آپ کا پھینکا ہوا نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔ اسی طرح ارشاد ہوا ہے کہ **قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین** یعنی کہدو کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ غرضیکہ آپ نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے منشاء کے آگے اس طرح ڈالدیا تھا کہ آپ کی ساری زندگی میں ایک نمونہ بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ آپ نے کبھی اپنی بڑائی بھی چاہی ہو۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور آئندہ کے لئے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ایک ہی دروازہ کھلا رکھا گیا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دروازہ ہے ایک زمانہ تھا جبکہ مختلف ممالک میں مختلف قوموں کے لئے انبیاء آتے تھے اور ایک کا دوسرے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ لیکن آپ کی بعثت کے بعد کوئی شخص مامور نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی مہر نہ ہو بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ کے کمالات اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کی اُن منازل تک پہنچے کہ آپ کے اتباع سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل**۔ اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہیگا۔ کسی نبی کا سو سال کسی کا دو سو سال کسی کا ہزار سال کسی کا دو ہزار سال تک سلسلہ جاری رہا اور اس کے بعد ان کا . . . نور دلوں کو روشن نہ کر سکا لیکن آپ کا نور جب تک دنیا پر قائم ہے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کو منور کرتے ہوئے سلوک کی اعلیٰ سے اعلیٰ راہوں کو طے کرتا رہیگا۔

آپ کو دوسرے انبیاء و رسل پر ہزاروں ہی فضیلتیں ہیں مثلاً یہ کہ آپ کے لائے ہوئے دین کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** اور یہ خصوصیت کسی اور مذہب میں نہ تھی بلکہ وہ خاص خاص حالات کے ماتحت ہوتے تھے۔ پھر آپ کے نام کو کلمہ توحید کے ساتھ شامل کیا گیا جو فضیلت کسی اور نبی کو نہیں دی گئی یہ بھی آپ کے ختم پر ایک دلیل ہے آپ پر جس زبان میں کلام الٰہی اُترا ہے وہ اب تک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہیگی۔ یہ فضیلت بھی کسی اور مذہب کے بانی کو نہیں ملی۔ موسیٰ مسیح زرتشت بدھ ویدوں کے رشی کسی کی رسالت کی زبان اب تک محفوظ نہیں اور کسی ملک میں بھی نہیں بولی جاتی جس کی وجہ سے نہ معلوم اُن کی کتب میں اب تک کیا تغیر و تبدل ہو چکے ہیں۔ آپ کو وہ صحابہ ملے کہ اور کسی کو نہیں ملے جان نثار سپاہی۔ فرمانبردار مدبر محتاط راوی۔ مخلص حافظ قرآن پاک بیبیاں نیک ذریت کامل خلفاء کوئی چیز بھی تو نہیں کہ جس سے آپ محروم رہے ہوں اور جو آپ کی تعلیم کے پھیلنے میں رکاوٹ کا باعث ہوئی ہو

اس کی وجہ کہ آپ خاتم النبیین کیوں ہے یہ ہے کہ آپ کل صفات الٰہیہ کے مظہر تھے اور پہلے انبیاء و رسل ایسے نہ تھے چنانچہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ **دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی** یعنی آپ اللہ تعالیٰ سے ایسے قریب ہوئے کہ دو قوسیں جب ملائی جائیں تو جو اُن کے درمیان فاصلہ رہتا ہے اتنا فاصلہ آپ میں اور اللہ تعالیٰ میں رہگیا (یعنی کوئی فاصلہ نہ رہا) یہانتک کہ وہ بھی نہ رہا اور آپ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے یعنی آپ نے اپنی کمان رکھی ہی نہیں۔ خدا کی ہی کمان میں اپنی کمان کو داخل کر دیا۔ اور اسطرح جہاں خدا کا تیر چلا وہیں آپ کا چلا اور جس کی نہایت میں چلا آپ کا تیر بھی اُسی کی نہایت میں چلا تو گویا کل صفات الٰہیہ کے آپ مظہر ہو گئے چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ **اوتیت جوامع الکلم** یعنی ہر قسم کے کمالات مجھے دئے گئے ہیں جس کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ **وعلم ادم الاسماء کلھا**

پس آپ اللہ تعالیٰ کے تمام اُن صفات کے مظہر تھے جن کا تعلق انسان کی ترقیات سے ہے۔ اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ خاص خاص زمانوں میں اور خاص خاص قوموں اور خاص خاص ملکوں میں خدا تعالیٰ کے خاص خاص صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ پس پہلے تو یہ تھا کہ ایک خاص صفت الٰہی کے ظہور کے وقت اُس زمانہ کے نبی کے کمالات اُس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اس لئے ایک اور نبی بھیجدیا جاتا تھا لیکن اب خواہ کسی زمانہ میں کسی ملک یا قوم پر کسی صفت الٰہیہ کا ظہور ہونا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اس صفت کو اخذ کر کے دنیا پر پھیلانے کے لئے موجود ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے اب کسی اور نبی یا رسول کے بھیجے جانے کی ضرورت نہیں رہی جو آپ سے الگ ہو کر اپنا سلسلہ قائم کرے بلکہ جو کمالات بھی انسان حاصل کر سکتا ہے وہ آپ ہی کے اتباع سے کر سکتا ہے۔

لیکن باوجود ان کمالات کے جو آپ میں پائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عبودیت کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتا ہے کہ **ما محمد الا رسول قد خلت من**

آتا ہے۔ اکثر لوگوں میں جن کو بادی النظر میں کامل سمجھا جاتا ہے غور کریں تو بہت ہی کمزوریاں پائی جاتی ہیں لیکن یہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات ہے کہ نظر کو کتنا ہی باریک کرتے چلے جاؤ آپ کے کمال ہی کمال کھلتے چلے جائینگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ یعنی آپ کبھی بھی ہوائے نفس سے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ منشائے الٰہی کے ماتحت ہی آپ کے سب کام تھے۔ پھر فرمایا کہ:۔ و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی آپ نے جو کچھ پھینکا وہ آپ کا پھینکا ہوا نہ تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔ اسی طرح ارشاد ہوا ہے کہ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین یعنی کہہ دو کہ میری نماز اور میری قربانیاں اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے۔ غرضیکہ آپ نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے منشاء کے آگے اس طرح ڈالدیا تھا کہ آپ کی ساری زندگی میں ایک نمونہ بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ آپ نے کبھی اپنی بڑائی بھی چاہی ہو۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین کے مرتبہ پر قائم کر کے آپ پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور آئندہ کے لئے خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے ایک ہی دروازہ کھلا رکھا گیا۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دروازہ ہے ایک زمانہ تھا جبکہ مختلف ممالک میں مختلف قوموں کے لئے انبیاء آتے تھے اور ایک کا دوسرے سے کچھ تعلق نہ تھا۔ لیکن آپ کی بعثت کے بعد کوئی شخص مامور نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی مہر نہ ہو بلکہ ہمارا ایمان ہے کہ آپ کے کمالات اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کی اُن منازل تک پہنچے کہ آپ کے اتباع سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو بڑے بڑے انبیاء کا مرتبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ اور آپ کا فیض قیامت تک اسی طرح جاری رہیگا۔ کسی نبی کا سو سال کسی کا دو سو سال کسی کا ہزار سال کسی کا دو ہزار سال تک سلسلہ جاری رہا اور اس کے بعد ان کا . . . نور دلوں کو روشن نہ کر سکا لیکن آپ کا نور جب تک دنیا پر قائم ہے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں کو منور کرتے ہوئے سلوک کی اعلیٰ سے اعلیٰ راہوں کو طے کرتا رہیگا ٭

آپ کو دوسرے انبیاء ہرسل پر ہزاروں ہی فضیلتیں ہیں مثلاً یہ کہ آپ کے لائے ہوئے دین کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور یہ خصوصیت کسی اور مذہب میں نہ تھی بلکہ وہ خاص خاص حالات کے ماتحت ہوتے تھے۔ پھر آپ کے نام کو کلمہ توحید کے ساتھ شامل کیا گیا جو فضیلت کسی اور نبی کو نہیں دی گئی یہ بھی آپ کے ختم پر ایک دلیل ہے آپ پر جس زبان میں کلام الٰہی اُترا ہے وہ ابتک زندہ ہے اور قیامت تک زندہ رہیگی۔ یہ فضیلت بھی کسی اور مذہب کے بانی کو نہیں ملی۔ موسیٰ مسیح زرتشت بدھ ویدوں کے رشی کسی رسالت کی زبان اب تک محفوظ نہیں اور کسی ملک میں بھی نہیں بولی جاتی جس کی وجہ سے نہ معلوم اُن کی کُتب میں اب تک کیا تغیر و تبدل ہو چکے ہیں۔ آپ کو وہ صحابہ ملے کہ اور کسی کو نہیں ملے جاں نثار سپاہی۔ فرمانبردار۔ مدبر۔ محتاط راوی۔ مخلص حافظ قرآن پاک بیبیاں نیک ذریت کامل خلفاء کوئی چیز بھی تو نہیں کہ جس سے آپ محروم رہے ہوں اور جو آپ کی تعلیم کے پھیلنے میں رکاوٹ کا باعث ہوئی ہو

اس کی وجہ کہ آپ خاتم النبیین کیوں ہوئے یہ ہے کہ آپ کل صفات الٰہیہ کے مظہر تھے اور پہلے انبیاء و رسل ایسے نہ تھے۔ چنانچہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ دنیٰ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ یعنی آپ اللہ تعالیٰ سے ایسے قریب ہوئے کہ دو قوسیں جب ملائی جائیں تو جو اُن کے درمیان فاصلہ رہتا ہے اتنا فاصلہ آپ میں اور اللہ تعالیٰ میں رہ گیا (یعنی کوئی فاصلہ نہ رہا) یہانتک کہ وہ بھی نہ رہا اور آپ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے یعنی آپ نے اپنی کمان رکھی ہی نہیں۔ خدا کی ہی کمان میں اپنی کمان کو داخل کر دیا۔ اور اسطرح جہاں خدا کا تیر چلا وہیں آپ کا چلا اور جس کی نہایت میں چلا آپ کا تیر بھی اُسی کی نہایت میں چلا تو گویا کل صفات الٰہیہ کے آپ مظہر ہو گئے چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ اوتیت جوامع الکلم یعنی ہر قسم کے کمالات مجھے دئے گئے ہیں جس کی تائید قرآن شریف کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ وعلم آدم الاسماء کلھا ٭

پس آپ اللہ تعالیٰ کے تمام اُن صفات کے مظہر تھے جن کا تعلق انسان کی ترقیات سے ہے۔ اور قرآن شریف سے ثابت ہے کہ خاص خاص زمانوں میں اور خاص خاص قوموں اور خاص خاص ملکوں میں خدا تعالیٰ کے خاص خاص صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ پس پہلے تو یہ تھا کہ ایک خاص صفت الٰہی کے ظہور کے وقت اُس زمانہ کے نبی کے کمالات اُس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے اس لئے ایک اور نبی بھیجدیا جاتا تھا لیکن اب خواہ کسی زمانہ میں کسی ملک یا قوم پر کسی صفت الٰہیہ کا ظہور ہونا ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اس صفت کو اخذ کر کے دنیا پر پھیلانے کے لئے موجود ہوتے ہیں اور اسیوجہ سے اب کسی اور نبی یا رسول کے بھیجے جانے کی ضرورت نہیں رہی جو آپ سے الگ ہو کر اپنا سلسلہ قائم کرے بلکہ جو کمالات بھی انسان حاصل کر سکتا ہے وہ آپ ہی کے اتباع سے کر سکتا ہے ٭

لیکن باوجود ان کمالات کے جو آپ میں پائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی عبودیت کو ظاہر کرنے کے لئے فرماتا ہے کہ ما محمد الا رسول قد خلت من

من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ اگر ایسا ہوگیا وہ کم ور نظر نہیں جو آپ سے بہت ادنیٰ درجہ کے انسانوں کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتی رہی ہیں آپ کو ایسا ہی خطاب دیدیں اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد و بارک و سلم انک حمید مجید۔ (خاکسار مرزا بشیر الدین محمود احمد)

صدر انجمن کی ماہوار رپورٹ پر سرسری نظر

برادران ملت کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ انجمن کی ماہوار رپورٹ کے متعلق الحکم نے جو قومی رائے پیش کی تھی کہ وہ مفصل ہوا کرے اس سال سے سکرٹری صاحب نے اس کی ضرورت کو عملی طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ مارچ کے رسالہ کے ساتھ جو رپورٹ شائع کی گئی ہے وہ بہت واضح ہے۔ اور خدا کے فضل سے امید کرنی چاہئے کہ یہ تفصیلی رپورٹ نتیجہ بخش ہوگی۔ اگر سکرٹری صاحب ازراہ کرم رسالہ کے ساتھ

ایک مشورہ

انجمن میں **فیصلہ شدہ امور** کو بھی چھاپ دیا کریں تو اس سے قوم کو اس کام کے اندازہ کرنے کا موقعہ بھی ملیگا جو ہو رہا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چندہ کے لئے **تحریکات** زیادہ موثر ہونگی۔ اور رسالہ کی دلچسپی بڑھ جائیگی۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے ممکن ہے کسیقدر خرچ کا اضافہ ہو جائے لیکن نتائج اچھے پیدا ہو سکینگے۔ **انجمن حمایت اسلام لاہور** ہمیشہ اپنی روئداد کو رسالہ میں چھاپ دیتی ہے۔ بہرحال امید ہے کہ سکرٹری صاحب اس پر توجہ اور غور فرمائینگے۔ اور ہمارے مشورہ کی بھی قدر کرینگے۔

رپورٹ جاری کے مطالعہ سے قوم کو معلوم ہوگا کہ **صیغہ یتامی** کی حالت نازک ہے۔ یہ صیغہ فروری کے آخر میں

یتامی

ساڑھے چھ سو روپیہ کے قریب مقروض ہے **یتامی** کو لینے سے انجمن انکار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ارشاد الٰہی کی نہی کے نیچے آتی ہے۔ اور خود حضرت خلیفۃ المسیح بھی ایک لحظ کیلئے پسند نہیں کر سکتے کہ کسی یتیم کی درخواست آئے اور اسے رد کر دیا جائے حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے اعلان ضروری میں قوم کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے احباب کوشش کریں کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے اس اعلان کے موافق بہت جلد اس کمی کو پورا کر کے اس کے مستقل اخراجات کی راہ نکالیجاوے۔

میں انجمن کے منتظمین سے یہ گذارش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ **الوصیت** میں مقبرہ بہشتی کی آمدنی میں **یتامی** اور **مساکین** کا حق رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے۔ "ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں کا بھی **حق** ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے" اس لئے اس وصیت مہدی کے ماتحت اگر مقبرہ بہشتی کی آمدنی میں سے ایک **مخصوص** رقم مستقل حسب حصہ رسدی مقرر کر دیجاوے تو **یتیم خانہ** کی مشکلات مالی میں خدا کے فضل سے ایک راہ نکل سکتی ہے۔

مدرسہ احمدیہ

دوسری زیر باریات میں سے مدرسہ احمدیہ کی مد ہے جو یکم مارچ کو ایکہزار روپیہ سے زائد کی زیر بار ہے۔ مدرسہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار میں قائم ہوا ہے اور یہ مدرسہ **دین کو دنیا پر مقدم** کرنے کا ایک معیار ہے۔ اس کے عمدہ انتظام اور تعلیمی نگرانی کے باعث جہاں پہلے اس مدرسہ میں طالبعلم آتے ہی نہ تھے اور وظائف دینے پر بھی میسر نہ آتے تھے۔ اب لڑکوں کی تعداد ۹۴ ہے یہ مدرسہ قوم کی بہترین **آرزوؤں** کو لئے ہوئے ہے حضرت صاحبزادہ صاحب اس کے ناظم ہیں۔ ایسی حالت میں مدرسہ کا زیر بار ہونا داغ ندامت ہے۔ لہذا اسپر توجہ ہو اسکو زیر باری سے نجات دلانے کے لئے احباب خصوصاً توجہ فرماویں میری رائے میں مدرسہ احمدیہ تک تھوڑی سی فیس بھی لگا دی جاوے جس سے اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات میں سے کچھ حصہ مستقل آمد کا شروع ہو جائیگا۔ اصل بات یہ ہے کہ امراء کو تو اس طرف توجہ بہت کم ہے کہ ان کے بچے دینیات پڑھیں۔ مروجہ تعلیم کے بیش قرار اخراجات کو برداشت کرنا ان کے لئے نہایت آسان اور خوش کن ہے۔ مگر دینیات کے مدرسہ میں مفت تعلیم دلانا بھی مشکل

اگر کچھ لوگ ایسے نکل آویں جو اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ میں بھیجیں اور ان کے اخراجات خود ادا کریں تو مدرسہ احمدیہ کے اخراجات کا بوجھ بہت کچھ ہلکا ہو جاوے۔ بہرحال خدا تعالیٰ اپنے دین کے خادموں کی جماعت کی نصرت اور حمایت خود کریگا جو اس مدرسہ سے نکلنے والی ہے۔ انشاء اللہ العزیز مگر قوم کا فرض ہے کہ وہ بہت جلد اس کی مالی مشکلات میں ہاتھ بٹائیں۔ **مدرسہ** احمدیہ کے لئے جب اشتہار دیا گیا جو ۱۴۔ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء کو جناب مولوی محمد علی صاحب نے بحیثیت سکرٹری صدر انجمن شائع کیا تھا اس میں فراہمی سرمایہ کے متعلق یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے مکرم بھائی شیخ رحمت اللہ صاحب پچاس روپیہ ماہوار اور جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن اپنی پریکٹس کی آمدنی کا نصف حصہ اس غرض کے لئے دیا کرینگے۔

اگر ان عالی ہمت دوستوں کے طرز پر اور احباب نے بھی مستقل چندے اس مدرسہ کے لئے لکھوائے ہوں تو تعجب نہیں۔ اگر نہیں تو اب کوشش ہونی چاہئے کہ مدرسہ کے مستقل اخراجات کے لئے ماہوار چندوں میں اضافہ ہو سکے۔

اشاعت اسلام

کے صیغہ میں الحمدللہ آمدنی اچھی ہے۔ مگر ریویو کی ترقی اشاعت نہ صرف رکی ہوئی ہے بلکہ روبہ کمی ہے۔ اور سکرٹری صاحب اس کی وجہ وی پی کا سلسلہ ہی بتاتے ہیں۔ اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یوں ہو سکتے ہیں کہ اگر رسالہ مفت دیا جاوے تو اس کی اشاعت برقرار رہ سکتی ہے ورنہ قیمت کا مطالبہ کرنے پر کمی کا خوف ہے۔ یہ امر نہایت دلشکن ہے۔ میں خود اخبار نویس ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اخباروں یا رسالوں کی ترقی کے آجکل کیا اسباب ہیں۔ ریویو ایک مذہبی رسالہ ہے اور مذہبی مذاق ملک میں

من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ اگر ایسا ہو کہ وہ کمزور فطرتیں جو آپ سے بہت ادنی درجہ کے انسانوں کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتی رہی ہیں آپ کو ایسا ہی خطاب دیدیں اللّٰھم صلی علی محمد و علی آل محمد و بارک و سلم انک حمید مجید۔ (مرزا بشیر الدین محمود احمد)

صدر انجمن کی ماہوار رپورٹ پر سرسری نظر

برادران ملت کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ انجمن کی ماہوار رپورٹ کے متعلق الحکم نے جو قومی رائے پیش کی تھی کہ وہ مفصل ہوا کرے اس سال سے سکرٹری صاحب نے اس کی ضرورت کو عملی طور پر تسلیم کر لیا ہے۔ مارچ کے رسالہ کے ساتھ جو رپورٹ شائع کی گئی ہے وہ بہت واضح ہے۔ اور خدا کے فضل سے اُمید کرنی چاہئے کہ یہ تفصیلی رپورٹ نتیجہ بخش ہوگی۔

ایک مشورہ اگر سکرٹری صاحب ازراہ کرم رسالہ کے ساتھ انجمن میں **فیصلہ شدہ امور** کو بھی چھاپ دیا کریں تو اس سے قوم کو اس کام کے اندازہ کرنیکا موقعہ بھی ملیگا جو ہو رہا ہے۔ اس سے یہ فائدہ کہ چندہ کے لئے **تحریکات** زیادہ موثر ہونگی۔ اور رسالہ کی دلچسپی بڑھجائیگی۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے ممکن ہے کسیقدر خرچ کا اضافہ ہو جائے لیکن نتائج اچھے پیدا ہو سکینگے۔ **انجمن حمایت اسلام لاہور** ہمیشہ اپنی روئداد کو رسالہ میں چھاپ دیتی ہے۔ بہرحال اُمید ہے کہ سکرٹری صاحب اس پر توجہ اور غور فرمائینگے۔ اور اس مشورہ کی بھی قدر کرینگے۔

رپورٹ ماہواری کے مطالعہ سے قوم کو معلوم ہوگا کہ **صیغہ یتامی** کی حالت نازک ہے۔ یہ صیغہ فروری کے آخر میں ساڑھے چھ سو روپیہ کے قریب مقروض ہے۔

یتامی **یتامی** کو لینے سے انجمن انکار نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ارشاد الٰہی کی نہی کے نیچے آتی ہے۔ اور خود حضرت خلیفۃ المسیح بھی ایک لحظ کیلئے پسند نہیں کر سکتے کہ کسی یتیم کی درخواست آئے اور اسے رد کر دیا جائے حضرت خلیفۃ المسیح نے اپنے اعلان ضروری میں قوم کو اس کی طرف متوجہ کیا ہے احباب کوشش کریں کہ حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے اس اعلان کے موافق بہت جلد اس کمی کو پورا کر کے اس کے مستقل اخراجات کی راہ نکالی جاوے۔

میں انجمن کیمد متیں یہ گذارش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ حضرت **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رسالہ **الوصیت** میں مقبرہ بہشتی کی آمدنی **یتامی** اور **مساکین** کا حق رکھا ہے۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا ہے:۔ "ان اموال میں سے ان یتیموں اور مسکینوں کا بھی **حق** ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہیں رکھتے"۔ اس لئے اس وصیت مہدی کے ماتحت اگر **مقبرہ بہشتی** کی آمدنی میں سے ایک **مخصوص** رقم مستقل حسب حصّہ رسدی مقرر کر دیجاوے تو **یتیم خانہ** کی مشکلات مالی میں خدا کے فضل سے ایک راہ نکل سکتی ہے۔

مدرسہ احمدیہ دوسری زیر بار مدات میں سے مدرسہ احمدیہ کی مد ہے جو یکم مارچ کو ایکہزار روپیہ سے زائد کی زیر بار ہے۔ مدرسہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یادگار میں قائم ہوا ہے اور یہ مدرسہ **دین کو دنیا پر مقدم** کرنیکا ایک معیار ہے۔ اس کے عمدہ انتظام اور تعلیمی نگرانی کے باعث جہاں پہلے اس مدرسہ میں طالبعلم آتے ہی نہ تھے اور وظائف دینے پر بھی میسر نہ آتے تھے۔ اب لڑکوں کی تعداد ۷۰ ہے یہ مدرسہ قوم کی بہترین **آرزوؤں** کو لئے ہوئے ہے حضرت صاحبزادہ صاحب اس کے ناظم ہیں۔ ایسی حالتیں مدرسہ کا زیر بار ہونا داغ ندامت ہے۔ لہذا اس پر توجہ ہو اسکو زیر باری سے نجات دلانے کے لئے احباب خصوصاً توجہ فرماویں میری دانست میں مدرسہ احمدیہ میں تھوڑی سی فیس بھی لگا دی جاوے جس سے اس کے بڑھتے ہوئے اخراجات میں سے کچھ حصہ مستقل آمد کا شروع ہو جائیگا۔ اصل بات یہ ہے کہ امرا کو تو اس طرف توجہ بہت کم ہے کہ ان کے بچے دینیات پڑھیں۔ مروجہ تعلیم کے بیش قرار اخراجات کو برداشت کرنا ان کے لئے نہایت آسان اور خوش کُن ہے۔ مگر دینیات کے مدرسہ میں مفت تعلیم دلانا بھی مشکل

اگر کچھ لوگ ایسے نکل آویں جو اپنے بچوں کو مدرسہ احمدیہ میں بھیجیں اور ان کے اخراجات خود ادا کریں تو مدرسہ احمدیہ کے اخراجات کا بوجھ بہت کچھ ہلکا ہو جاوے۔ خیر خدا تعالیٰ اپنے دین کے خادموں کی جماعت کی نصرت اور حمایت خود کریگا جو اس مدرسہ سے نکلنے والی ہے۔ انشاء اللہ العزیز مگر قوم کا فرض ہے کہ وہ بہت جلد اس کی مالی مشکلات میں ہاتھ بٹائیں۔ مدرسہ احمدیہ کے لئے جب اشتہار دیا گیا جو ۱۴- جولائی ۱۹۱۰ء کو جناب مولوی محمد علی صاحب نے بحیثیت سکرٹری صدر انجمن شائع کیا تھا اس میں فراہمی سرمایہ کے متعلق یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہمارے مکرم بھائی شیخ رحمت اللہ صاحب پچاس روپیہ ماہوار اور جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اسسٹنٹ سرجن اپنی پریکٹس کی آمدنی کا نصف حصّہ اس غرض کے لئے دیا کرینگے۔

اگر ان عالی ہمت دوستوں کے طرز پر اور احباب نے بھی مستقل چندے اس مدرسہ کے لئے لکھوائے ہوں تو تعجب نہیں۔ اگر نہیں تو اب کوشش ہونی چاہئے کہ مدرسہ کے مستقل اخراجات کے لئے ماہوار چندوں میں اضافہ ہو سکے۔

اشاعت اسلام کے صیغہ میں الحمد للہ آمدنی اچھی ہے۔ مگر ریویو کی ترقی اشاعت نہ صرف رکی ہوئی ہے بلکہ رو بہ کمی ہے۔ اور سکرٹری صاحب اس کی وجہ **وی پی کا سلسلہ** ہی بتلاتے ہیں۔ اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یوں ہو سکتے ہیں کہ اگر رسالہ مفت دیا جاوے تو اس کی اشاعت برقرار رہ سکتی ہے اور قیمت کا مطالبہ کرنے پر کمی کا خوف ہے۔ یہ امر نہایت دلشکن ہے۔ میں خود اخبار نویس ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اخباروں یا رسالوں کی ترقی کے آجکل کیا اسباب ہیں۔ ریویو ایک مذہبی رسالہ ہے اور مذہبی مذاق ملک میں

بہت ہی کم ہے۔ دس سال کے اندر جو رسالہ جس کے لئے کئی ہزار روپیہ اعانت کے رنگ میں آیا ہو اگر دو ہزار کی اشاعت تک نہ پہنچے تو الحکم کو اپنی کمی اشاعت کا جو بعض مالی مشکلات کی وجہ سے کیا گلہ ہو۔ لیکن میں یہ مشورہ دئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جس حال میں رسالہ بعض بعض اوقات ایک نان سیکٹیرین رسالہ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ پھر بھی اس کا عام مسلمانوں میں اشاعت نہ پا جانا خالی از اسباب نہیں ہے۔ ایک ماہوار رسالہ میں دو مہینے کے بعد شائع ہونا مکمل مضامین بہت ہی کم دلچسپی کا خراج ناظرین سے لے سکتے ہیں۔ مسلسل مضامین تو آجکل اخبار میں لوگ ہفتہ وار اخباروں میں بھی پسند نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ ماہواری رسالہ میں ہوں۔ اس لئے اگر ایسے مضامین اگر مختلف ٹریکٹوں کی صورت میں شائع ہوں تو نہ یہ کہ وہ زیادہ مقبول اور دلچسپی سے پڑھے جاویں بلکہ ان کے ذریعے رسالہ کی آمدنی میں ترقی ہو اور رسالہ کا حجم بڑھا دینا چاہئے اس میں جس قدر مضامین بھی درج ہوں پورے ہوں اور مختلف ہوں جیسا کہ آجکل رسالہ تشحیذ الاذہان کی حالت ہے۔ ہمارے احباب اگر رسالہ کو جرنل ازم کے اصولوں کے ماتحت ایک بہترین ماہواری مذہبی رسالہ بنانے کی کوشش کریں تو خدا کے فضل سے یہ امید کرنا بیجا نہیں کہ بہت جلد وہ ایک مقبول رسالہ ہو جاوے۔ ہماری جماعت میں جو اہل قلم ہیں وہ رسالہ ریویو کے لئے مضامین لکھ کر ایڈیٹران رسالہ کا ہاتھ بٹائیں آخر ایک دماغ سے جسقدر بھی مضامین نکلینگے ان کی نوعیت ایک ہی قسم کی ہوگی ریویو کی ترقی اشاعت کے لئے یہ بڑا ضروری امر ہے کہ اس کا حجم بڑھایا جاوے اور مختلف احباب اس میں لکھیں اور زیادہ تر ان مضامین پر لکھیں جو آجکل اسلام کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔ تفسیر القرآن کو یا تو اس رسالہ کا ایک جزو بنا دینا چاہئے اور یا پارہ پارہ شائع کیا جاوے موجودہ طریق کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب کی خدمات مستقل طور پر اگر صیغہ تالیف میں لیجائیں بشرطیکہ مدرسہ احمدیہ میں کوئی نعم البدل مل سکتا ہو تو تفسیر القرآن کا کام عمدگی سے انشاء اللہ ہو سکتا ہے۔ یہ بھی شاہ صاحب کی ہمت ہے۔ کہ وہ کچھ کئے جاتے ہیں ان مشوروں کے ساتھ امید ہے قوم رسالہ کی ترقی کے لئے کوشش کریگی۔

مدرسۃ البنات کے متعلق ایک قربانی اور رسالہ اُستانی

مدرسۃ البنات کے متعلق ناظرین الحکم پڑھ چکے ہیں کہ **سکینۃ النساء** اہلیہ قاضی اکمل صاحب نے اپنی خدمات آنریری طور پر دینے کا وعدہ کیا ہے اس پاک تحریک کے بعد قادیان سے ایک اور نیک اور قابل بی بی نے جو دستکاری کے علاوہ تعلیم و تدریس کے کام میں مذاق اور اچھا ملکہ رکھتی ہیں اپنے شوہر کے ذریعہ مجھے ظاہر کیا ہے کہ وہ بھی مدرسۃ البنات کے لئے اپنی خدمات دینگی۔ اور اس طرح اب صرف ایک اُستانی کی ضرورت ہے جو حساب پڑھا سکے۔ اس اُستانی کے مل جانے پر مدرسۃ البنات انشاء اللہ العزیز کھول دیا جائیگا اور چونکہ مدرسہ کی معلمات آنریری ہونگی دیگر اخراجات بہت ہی کم ہونگے۔

عورتوں میں تعلیمی اور دینی مذاق پیدا کرنے کے لئے یہ بھی مناسب سمجھا گیا ہے کہ مدرسۃ البنات کیطرف سے ایک رسالہ **اُستانی** نام ماہوار شائع ہو۔ اس رسالہ میں وہی مضامین ہونگے جو ہر پہلو سے عورتوں کے مطالعہ اور دلچسپی کے قابل ہوں اور ان میں دینداری خانہ داری تربیت اور معاشرت کے پہلوؤں پر جدا جدا بحث ہو اور ہر عمر کی عورتیں اپنے مفید مطلب مضامین کا حصہ پا سکیں۔ رسالہ کو ہر طرح بہتر بنانے کی انشاء اللہ العزیز کوشش کیجائیگی۔ اور یہ امید کرنا بیجا نہیں کہ تشحیذ الاذہان کی کمیٹی [illegible] یہ رسالہ کی اس طرح مدد کرنے سے مضائقہ نہیں کریگی جو مالی نفع و نقصان کے خیال سے الگ اور تجارتی اغراض سے جدا رکھا گیا ہو۔ اور اس کی غرض محض عورتوں کی اصلاح اور بھلائی ہو۔ غرض یہ تجویز ان دوستوں کے سامنے ہے جو مدرسۃ البنات کی ضرورت اور اس کے قیام کی فکر میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رضا کے لئے انہیں ایسی توفیق دے۔ اب میں ذیل میں وہ مضمون درج کرتا ہوں جس کا وعدہ کیا گیا تھا کہ ”اسلام میں عورتوں کی حالت پر“ جو مضمون نامکمل کبھی الحکم میں شائع ہوا تھا اب وقتاً فوقتاً لکھ کر مکمل کر دیا جاوے یہ مضمون ۱۹۰۳ء میں ایڈیٹر الحکم نے لکھا تھا اور اسوقت ہز ہائنس سر آغا خان بالقابہ نے پردہ اور کثرت ازدواج وغیرہ پر اپنی تقریر میں کچھ مخالفانہ ریمارک کئے تھے۔ اس کے بعد سید دلاور حسین نے کچھ ایسے ہی مضامین لکھے اور پردہ اور کثرت ازدواج وغیرہ پر انہیں ایام میں ریویو میں مضامین نکل گئے اس لئے اب ان پہلوؤں کو چھوڑ کر انشاء اللہ بعض اور پہلوؤں پر بحث ہوگی۔ جو ابتک چھوڑے گئے ہیں۔ ہیں ناظرین اس پہلے نمبر میں جو ان مضامین کا ذکر ہے اب آئندہ ان پر بہت کم بحث ہوگی۔ یہ مجھے اس لئے ذکر کرنا پڑا کہ پہلے نمبر میں اس کا ذکر ہے۔

اسلام میں عورتوں کی حالت

نمبر اول

آجکل بہت سی تحریکیں اس قسم کی ہو رہی ہیں کہ ہم مندرجہ بالا عنوان پر ایک مفصل بحث کریں چونکہ اصول معاشرت اور تمدن کی روح رواں اور اصل جان ایک معنی سے عورت ہی ہے اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ یہ مضمون بڑی دلچسپی کیساتھ پڑھا جاویگا۔ اگرچہ اپنی اہمیت و وقت کی وجہ سے یہ مضمون اس قابل تھا کہ ہمارے محسن اور مخدوم حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ یا حضرت مولانا و شیخنا حکیم الامۃ اس پر قلم اٹھاتے اور کچھ عجب نہیں کہ ہماری اس تحریک سے ان کو توجہ ہو جاوے لیکن ہم نے محض اس خیال سے کہ مالا یدرک کلہ

کلہ لایترک کلہ ۔ مناسب سمجھا کہ جہانتک ہماری سمجھ اور ذہنی قوت مدد ساہو سکتی ہے اس مضمون پر ضرور کچھ نہ کچھ لکھا جاوے۔ اسی مضمون کے ضمن میں غالباً ہمکو کثرت ازدواج اور پردہ۔ طلاق وغیرہ کے مضامین پر بحث کرنی پڑیگی جس کے ساتھ یورپین مصنفوں اور دوسرے معترضوں کے خیالات اور آرا کی تنقید ہمارا کام ہوگا اور خصوصیت کے ساتھ ہز ہائنس آغا خانصاحب بالقابہ کی اس تقریر کے ایک حصہ پر جو اُنھوں نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے گذشتہ جلاس میں کی تھی ریویو کرنا ضروری ہوگا اس تقریر کا ایک حصہ ہم نے اس لئے کہا ہے کہ ہم اس مضمون کی نوعیت کے لحاظ سے جو حصہ اس کے متعلق ہے اسپر بحث کرینگے۔ اور باقی امور پر اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو کسی دوسری تقریب پر کچھ لکھ سکینگے؛ اگر توفیق ملی۔ ان امور پر نظر کرکے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مضمون کوئی معمولی مضمون نہیں ہے جسپر رائے زنی کرنا آسان ہو بلکہ اس مضمون کے لکھنے میں ہم کو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کرنی ہوگی اور عورت ذات کے متعلق قریباً دنیا کے یا کم از کم انڈیا کے بڑے بڑے مذاہب کے احکام پر نظر کرنی پڑیگی۔ بہرحال کچھ بھی ہو جہانتک ہم سے ممکن ہوگا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرکے اس مضمون پر بحث کرینگے؛

نفس تمدن کیوجہ سے اور اخلاقی طور پر عورت فی نفسہا اس قابل ہے کہ اسکی مناسب تعظیم اور قدر کیجاتی کیونکہ دینی دنیوی سلسلہ کے کمال میں انبیاء علیہم السلام کی والدہ ہونے کا شرف اسے حاصل ہے وہ جہانتک انسانی نسل اور اس کی ترقیوں کی تاریخ ہماری نظر کے سامنے آسکتی ہے وہاں اول قدم عورت کا پڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے اس امر سے کوئی فلاسفر کوئی صوفی کوئی عالم کوئی بادشاہ کوئی بہروآزما پہلوان غرض کوئی انسان انکار نہیں کر سکتا کہ ساری دنیا کی ماں بہرحال عورت ہی ہے اگرچہ مختلف حیثیتوں اور حالتوں میں اس کے کئی نام کیوں نہ بدل گئے ہوں مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ کم و بیش ہر مذہبی دستور العمل اور کتاب میں یا ہر فرقے کے اخلاقی قوانین میں ماں کی حرمت عزت کسی حد تک قرار دی گئی ہے۔ لیکن دیکھنا یہ باقی ہے کہ اس کی تعمیل کہانتک ہوئی ہے اور اس کی تکمیل کہاں کی گئی ہے۔

جہانتک دنیا کی تاریخ مل سکتی ہے اور جہانتک مختلف قوموں اور ملکوں کے رسم ورواج اور تمدنی حالت کا پتہ ملتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیشہ بجز ایک زمانہ خاص کے جس کا ذکر ہم کرینگے انشاء اللہ باوجودیکہ عورت کا جائز احترام ضروری تھا اس ام الدنیا کا انسانی غرور نے مناسب احترام نہیں ہونے دیا۔ اور اسکو ذلیل اور شرمناک حالت میں رکھا ہے جس سے زیادہ شرمناک حالت غالباً ملنی ہی ناممکن ہو؛

یہ مشاہدہ صحیح ہے جسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ باوجودیکہ ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے انسانوں نے اسی کے رحم میں اسی کا خون کھا کر پرورش پائی ہے لیکن انجام کار اسکو کمزور اور حقیر مخلوق سمجھ کر اسپر ہر قسم کے ستم روا رکھے گئے ہیں اور بجز اسلام کے کبھی انسانی ہمدردی اور محبت اس عاجز مخلوق کے لیے جوش میں نہیں آئی یا اگر آئی ہو تو وہ ایسی خفیف اور ناقابل ذکر ہے کہ اسکا بحالت موجودہ کہیں پتہ بھی اب نہیں مل سکتا۔ مردوں نے عورتوں کو ان کے ہی پیٹ سے نکلکر یہ سمجھا ہے کہ وہ دوسری اشیاء کی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مسخر کر دی ہیں۔ اور جس طرح وہ چاہیں اُن سے سلوک کریں اور پیش آئیں اس میں کوئی خطا اور گناہ نہیں۔ لیکن اگر اخلاقی حیثیت سے بھی دیکھا جاوے تو یہ خطرناک ناسپاسی کا داغ ہے۔ جو انسانی پیشانی پر لگتا ہے۔

اسلام سے پہلے کی تاریخ پڑھو اور مختلف قوموں اور ملکوں کے حالات پر غور کرو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کی راحت بخش مخلوق جو اس کے لیے لباس قرار دی گئی تھی جو انسان کی کوفت وکلفت میں اس کے لئے سکون کا باعث تھی ایک تاریکی کے گڑھے میں پڑی نظر آئیگی جہاں اسپر قسم قسم کے ستم توڑے جاتے ہیں اور ہر ایک قسم کے ظلم اس کے لئے روا رکھے جاتے ہیں ان کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں اور ذلیل ترین حالت میں بحفیں رکھا جاتا ہے یہ تو پھر خیر گذری کہ خدا تعالیٰ نے رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسلام دیکر بھیجدیا ورنہ معلوم نہیں یہ فرقہ کس تحت الثریٰ میں پڑا ہوتا اور کیا اس کا حشر ہوتا۔ اور پھر خدا جانے مخلوق کس تباہی اور تاریکی میں مبتلا ہوتی۔

ہم روزمرہ دیکھتے ہیں کہ عورت خواہ کیسی ہی دانشمند اور ہوشیار ہو مگر مرد کے سامنے بیوقوف اور نالائق ٹھہریگی اور وہ اس قابل نہیں سمجھی جائیگی کہ کسی اہم معاملہ میں مرد کی مشیرکار اور صلاح کار ہو اور نہ کوئی بات اس کی اس لائق ہو سکتی ہے کہ اسکو قابل پذیرائی سمجھ کر اسپر عمل کر لیا جاوے

عیسائی دُنیا کے خیال کے موافق یسوع مسیح کی شکل میں خدا مجسم ہو کر آیا (معاذ اللہ) مگر ہم کو تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اس عجیب خدا نے بھی معمولی وقت تک اپنی ماں کے پیٹ میں رہکر اس کا خون پیا اور پھر سخت تکلیف کے ساتھ آخر پیدا ہوا۔ جس سے بیچاری پاک مریم پر دشمنوں نے کیا کیا الزام اور بہتان لگائے اور بنی اسرائیل کے بزرگ اسوجہ سے کیسی کیسی مشکلات میں پھنسے کہ ان کو باوجودیکہ مریم اور اس کی ماں نے ہمیشہ تارکہ رہنے کا عہد کیا ہوا تھا اس عہد کو توڑنا پڑا اور پھر باوجودیکہ توریت کی شریعت کے موافق حمل میں نکاح بھی جائز نہ تھا تاہم بزرگان یہود کو دفع الوقتی کے لئے اس شریعت کی پاسداری کا خفیف سا خیال بھی نہ آیا اور اُنھوں نے چٹ منگنی اور پٹ بیاہ کی مثل پر عمل کرکے یوسف نجار کے ساتھ شادی کر دی حالانکہ اس کی ایک اور بیوی بھی تھی۔ اور تعدد ازدواج گو توریت کی شریعت کے موافق کچھ ہی اثر اور حکم رکھتا ہو لیکن عیسوی شریعت میں ایک خطرناک بات سمجھی جاتی تھی کا ارتکاب کرنا پڑا۔ یہ سارے کرشمے یہ ساری مصیبتیں اور مشکلات عیسائی دُنیا کے مجوزہ خدا کے عورت کے پیٹ میں آنیکی وجہ سے پیش آئیں لیکن کمزور عورت ضعیف الفطرت عورت شاید اس امر سے تسلی پکڑتی کہ اب جبکہ خود خدا نے مجھے اپنی ماں بنا لیا ہے (معاذ اللہ) تو اس کی پیدائش کے ساتھ ہی میری مشکلات کا خاتمہ ہو جاویگا اور میری قدرت و عزت ہونے لگیگی

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حضرت مریم کی جو عزت اس فرضی خدا نے کی ہے وہ انجیل کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے کہ ایسے کلمات سے یاد کیا گویا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور ایسے عورت کے لفظ سے پکارا جو کم از کم ایک مہذب کے منہ سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ یہ عزت ہے جو عورت کی پہلے کی گئی ہے اور یہ وہ درجہ ہے جو اس ام الکائنات کو دیا گیا ہے یہ تو دو ہزار برس کی بات ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں جسقدر پیچھے آپ چلے جاویں اس ضعیف ہستی کی ایسی ہی حالت نظر آئیگی کہ ایک درد دل رکھنے والا انسان اس نظر کو نہ دیکھ سکیگا۔ اور اس ام الکائنات کی درد انگیز کہانی کو نہ سن سکیگا۔ ہر زمانہ میں ہزاروں ہزار ترقیاں ہوئیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ (بجز زمانہ اسلام کے) جب کبھی محروم رہی تو عورت ہی محروم رہی۔ اور معرض زوال میں یہی آتی رہی۔

دنیا میں سلطنت انگلستان کی سلطنت کسی زمانہ میں عظیم الشان سلطنت تھی اور مغربی عیسائیت کا مرکز اور پایہ تخت تھی گو کہا جاتا ہے کہ اس سلطنت میں قوانین و آئین کے لحاظ سے ہر قسم کی ترقیاں ہوئیں اور فی الواقعہ ہوئیں مگر جب اس سلطنت میں عورت کے متعلق ہم تحقیقات کرتے ہیں تو اس عہد میں بھی وہ بدترین حالت میں ہمیں نظر آتی ہیں۔

(باقی آئندہ)

ایک دینی سفر

(نمبر اول)

تمہیدی نوٹ ناظرین الحکم کو معلوم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس سال الوصیت شائع کی ہے اُسی سال جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ آپ کے ایام زندگی اب بہت ہی تھوڑے ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قابل نازاور مسلم قادر الکلام والقلم حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور ایسا ہی مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی وفات پا گئے تو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پیدا ہوئی۔ کہ ایسے لوگ پیدا ہوں جو علوم دینیہ کے باعمل عالم ہوں۔ اس مقصد کے لیے آپ نے اپنے خدام کو فکر اور مشورہ کرنے کی ہدایت فرمائی کہ آیا مدرسہ تعلیم الاسلام کو ایک عربی مدرسہ کی صورت میں تبدیل کر دیا جاوے یا کوئی جدید عربی مدرسہ جاری کیا جاوے۔ اس مضمون پر احباب مقیم قادیان میں بڑے بڑے مشورے ہوئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اور صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ماسوا اس وقت تمام اہل الرائے لوگ اس مسئلہ پر متفق تھے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی موجودہ شکل کو بالکل بدل دیا جاوے۔ اور اس کی بجائے ایک عربی مدرسہ قائم ہو۔ ایڈیٹر الحکم اُس وقت اپنے دوستوں کی رائے سے متفق تھا مگر اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور آخر ایک خط لکھا کہ حضور کا خاص منشاء کیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس مدرسہ تعلیم الاسلام کو توڑ دیا جاوے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ رائے ظاہر ہوئی تو تمام احباب کو اپنی رائے کے تبدیل کرنے میں کوئی دقت اور مشکل پیش نہ آئی۔ بہرحال اُس وقت گو ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی رائے صحیح معلوم ہوتی تھی "تا وقتیکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی **صائب رائے** پر مہر کر دی۔ مگر آج تجربہ نے بتا دیا ہے کہ حضرت **خلیفۃ المسیح** کی باریک اور دوربین نگاہ نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے باوجود ایک خوردسال بچہ ہونے کے ایسی عمدہ رائے دی تھی جو آج ثابت ہوتا ہے کہ آب زر سے لکھنے کے قابل تھی۔ اور وہ ہمارے لئے جو انگریزی طریق پر قائم شدہ انجمنوں کے اصول پر کثرت رائے کے مسئلہ کو ایک لا تبدیل قانون سمجھتے تھے) پہلا موقعہ تھا اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ

حق کے مقابلہ میں کثرت رائے کچھ چیز نہیں ہوتی

غرض اس جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مستقل دینی مدرسہ کی بنیاد پڑی جو اس سے پہلے ایک شکستہ اور کس مپرسی حالت میں چلا آتا تھا اور ہمارے مکرم بھائی قاضی سید امیر حسین صاحب اس کے مدرس اعلیٰ تھے۔ اگرچہ مدرسہ قائم ہو گیا اور چند روز اس کے متعلق جوش بھی قائم رہا مگر پھر مدرسہ کی حالت انتظام اور نصاب تعلیم اور تعداد طلباء کے لحاظ سے قریباً ایسی ہی ہو گئی۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور مصالحہ کے ماتحت خدا تعالیٰ کا موعود رسول ہم میں سے گذر گیا۔ اس کے بعد خصوصیت سے اس مدرسہ کیطرف توجہ ہوئی۔ یہانتک کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی پہلی تقریر خلافت میں دینی تعلیم کے انتظام کا آپ کی رائے کے ماتحت ہونیکا اقرار لیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ مدرسہ کی اصلاح حالت ہوتی گئی۔ یہانتک کہ اسکا انتظام کلیتاً حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سپرد ہو گیا۔ یہ

یہ دور جدید مدرسہ کے احیا کا موجب ہو گیا

حضرت صاحبزادہ صاحب کے باوجود کہ مدرسہ کی حالت میں کیا تبدیلیاں ہوئیں یہ وقت نہیں کہ میں اس پر تفصیل سے بحث کروں مگر مختصراً یہ کہتا ہوں کہ جہاں **آپ نے** مدرسہ کے نصاب تعلیم مدرسہ کے اسٹاف **مدرسہ کے اندرونی انتظام**۔ مدرسہ کے طریق تعلیم۔ مدرسہ کے طلباء کی اخلاقی اور صحی نگہداشت ان کی بود و ماند کے متعلق اپنی بہت سی راتوں کو غور و فکر اور دعاؤں کے لئے دن کیا بہت سے دنوں کو اسی فکر میں بسر کر دیا۔ اور اب خدا کے فضل و کرم سے مدرسہ ایسی حالت میں ہے کہ ہم اسے ایک مدرسہ **عربی دینیہ** کہنے کا حق رکھتے ہیں۔

مگر صاحبزادہ صاحب کی انتھک کوشش اور ہمت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا وہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ میں ان تمام بہترین طریق کو رائج کریں جو آج ایک عربی علوم اور **الٰہیات اسلام** کے مدرسہ کے شایان شان ہو۔ اس مقصد کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی کہ وہ فی الحال **ہندوستان**

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

حضرت مریم کی جو عزت اس فرضی خدا نے کی ہے وہ انجیل کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ کہ ایسے کلمات سے یاد کیا کہ گویا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اور اے عورت کے لفظ سے پکارا جو کم از کم ایک مہذب کے منہ سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ یہ عزت ہے جو عورت کی پہلے کی گئی ہو اور یہ وہ درجہ ہے جو اس ام الکائنات کو دیا گیا ہے۔ یہ تو دو ہزار برس کی بات ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں جسقدر پیچھے آپ چلے جاویں اس ضعیف ہستی کی ایسی ہی حالت نظر آئیگی کہ ایک درد دل رکھنے والا انسان اس منظر کو نہ دیکھ سکیگا۔ اور اس ام الکائنات کی درد انگیز کہانی کو نہ سن سکیگا۔ ہر زمانہ میں ہزاروں ہزار ترقیاں ہوئیں مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ (بجز زمانہ اسلام کے) جب کبھی محروم رہی تو عورت ہی محروم رہی۔ اور معرض زوال میں یہی آتی رہی۔

دنیا میں اُمتہ الکبریٰ کی سلطنت کسی زمانہ میں عظیم الشان سلطنت تھی اور مغربی عیسائیت کا مرکز اور پایہ تخت تھی مگر کہا جاتا ہے کہ اس سلطنت میں قوانین و آئین کے لحاظ سے ہر قسم کی ترقیاں ہوئیں اور فی الواقعہ ہوئیں مگر جب اس سلطنت میں عورت کے متعلق ہم تحقیقات کرتے ہیں تو اس عہد میں بھی وہ بدترین حالت میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ (باقی آئندہ)

ایک دینی سفر

(نمبر اول)

تمہیدی نوٹ ناظرین الحکم کو معلوم ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس سال الوصیت شائع کی ہے اُسی سال جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ آپ کے ایام زندگی اب بہت ہی تھوڑے ہیں اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قابل نازاور مسلم قادر الکلام والقلم حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور ایسا ہی مولوی برہان الدین صاحب جہلمی بھی وفات پا گئے تو خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں ایک خاص جوش اور تڑپ پیدا ہوئی۔ کہ ایسے لوگ پیدا ہوں جو علوم دینیہ کے باعمل عالم ہوں۔ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنے خدام کو فکر اور مشورہ کرنے کی ہدایت فرمائی کہ آیا مدرسہ تعلیم الاسلام کو ایک عربی مدرسہ کی صورت میں تبدیل کر دیا جاوے یا کوئی جدید عربی مدرسہ جاری کیا جاوے۔ اس مضمون پر احباب مقیم قادیان میں بڑے بڑے مشورے ہوئے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح اور صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ماسوا اس وقت تمام اہل الرائے لوگ اس مسئلہ پر متفق تھے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی موجودہ شکل کو بالکل بدل دیا جاوے۔ اور اس کی بجائے ایک عربی مدرسہ قائم ہو۔ ایڈیٹر الحکم اُس وقت اپنے دوستوں کی رائے سے متفق تھا مگر اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور آخر ایک خط لکھا کہ حضور کا خاص منشاء کیا ہے۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ اس مدرسہ تعلیم الاسلام کو توڑ دیا جاوے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ رائے ظاہر ہوئی تو تمام احباب کو اپنی رائے کے تبدیل کرنے میں کوئی دقت اور مشکل پیش نہ آئی۔ بہرحال اُس وقت گو ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی رائے صحیح معلوم نہ ہوتی تھی "تا وقتیکہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی **صائب رائے** پر مہر نہ کر دی۔ مگر آج تجربہ نے بتا دیا ہے کہ حضرت **خلیفۃ المسیح** کی باریک اور دوربین نگاہ نے وہ کچھ دیکھا تھا جو ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب نے باوجود ایک خورد سال بچہ ہونے کے ایسی عمدہ رائے دی تھی جو آج ثابت ہوتا ہے کہ آب زر سے لکھنے کے قابل تھی۔ اور وہ ہمارے لئے جو انگریزی طریق پر قائم شدہ انجمنوں کے اصول پر کثرت رائے کے مسئلہ کو ایک لاتبدیل قانون سمجھتے تھے) پہلا موقعہ تھا اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ

حق کے مقابلہ میں کثرت رائے کچھ چیز نہیں ہوتی

غرض اس جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مستقل دینی مدرسہ کی بنیاد پڑی جو اس سے پہلے ایک شاخ اور کس مپرسی حالت میں چلا آتا تھا اور ہمارے مکرم بھائی قاضی سید **امیر حسین** صاحب اس کے مدرس اعلیٰ تھے۔ اگرچہ مدرسہ قائم ہو گیا اور چند روز اس کے متعلق جوش بھی قائم رہا مگر پھر مدرسہ کی حالت انتظام اور نصاب تعلیم اور تعداد طلباء کے لحاظ سے قریباً ایسی ہی ہو گئی۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور مصالحہ کے ماتحت خدا تعالیٰ کا موعود رسول ہم میں سے گذر گیا۔ اس کے بعد خصوصیت سے اس مدرسہ کی طرف توجہ ہوئی۔ یہانتک کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی پہلی تقریر خلافت میں دینی تعلیم کے انتظام کا آپ کی رائے کے ماتحت ہونیکا اقرار لیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ مدرسہ کی اصلاح حالت ہوتی گئی۔ یہانتک کہ اسکا انتظام کلیتاً حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سپرد ہو گیا۔ یہ

یہ دور جدید مدرسہ کے احیا کا موجب ہو گیا

حضرت صاحبزادہ صاحب کے باوجود [illegible] مدرسہ کی حالت میں کیا تبدیلیاں ہوئیں یہ وقت نہیں میں اسپر تفصیل سے بحث کروں مگر مختصراً یہ کہتا ہوں جہاں **آپ نے** مدرسہ کے نصاب تعلیم مدارس کے مدارس کے **اندرونی انتظام۔ مدارس کے طریقہ تعلیم** ۔ مدرسہ کے طلباء کی اخلاقی اور صحی نگہداشت ان کی بود و ماند کے متعلق اپنی بہت سی راتوں کو غور و فکر اور دعاؤں کے لئے دن کیا بہت دنوں کو اسی فکر میں بسر کر دیا۔ اور اب خدا کے فضل و کرم سے مدرسہ ایسی حالت میں ہے کہ ہم اسے ایک مدرسہ **عربی دینیہ** کہنے کا حق رکھتے ہیں۔

مگر صاحبزادہ صاحب کی انتھک کوشش اور ہمت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا وہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ میں ان تمام بہترین طریق کو رائج کریں جو آج ایک **عربی علوم** اور **الٰہیات اسلام** کے مدرسہ کے شایان شان ہو۔ اس مقصد کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کے دل میں ایک تحریک پیدا ہوئی کہ وہ فی الحال **ہندوستان**